

شمس الاسلام

ماہنامہ

* بھیرہ (پاکستان) *

* * *

بابت ماہ شوال الحکم ۱۳۷۶ھ

مطابق ماہ مئی ۱۹۵۷ء

★

تحت ادارہ

غلام حسین } امیر حزب الانصار بھیرہ
مدیر مسئول } مولانا الحاج افتخار احمد بکوی }
{ لین روپہ } سالانہ چھپہ }
(پاکستان)

سازمان

چند

معاوضہ میں ۵۱-۱-۵

غیر مالک سے ۱-۱-۴۴

ساعات

۷۷۵

عوام کے لئے

طوبى

بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله الذي جعل القرآن منتهى المطالبين
وآية من آياته

حزب الانصار بحیره

البتہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد { ۱۰۰ } اندھنی دیر دنی حلوں سے اسلام کا تحفظ و استقامت اسلام اصلاح رسوم و متابع شریعت اسلامیہ، احیاء و ارتقاء علم و دینیہ۔

طریق کار

اولیٰ مرتبہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) درالعلوم غرنازیہ جامعہ مکہ مکرمہ کو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی تہذیب و تمدن خدمت میں کامیاب رہا ہے
 (۱) مکتبہ شمس کے ذریعہ ملک طویل و قریض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۲) عظیم الشان اسلامیات کانفرنس (۵) امیر عرب لائسنس کا مبلغین کے
 ہمسرا سالانہ تعلیمی دوحہ (۶) کتب خانہ (۷) جامعہ محمد عبیدہ کی مرمت۔

جسریذہ کے قواعد و ضوابط

(۱) صد انگریزی ماہ کی باغی تاریخ کو بابتی وقت سے شاخ کوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو موصول ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان سے متفق ہونا ضروری

تھیں۔ ارکانِ حزبِ انصاریہ کے نام جو یہ مفت بھیجا جاتا ہے چندہ رکنیت کم از کم چار گنا ہائوار یا تین روپے سالانہ ہے۔ عام سالانہ چندہ کے لئے معاونین سے

طلبہ سے ملکر روپے خرچ ہے۔ نمونہ کا پرچہ چار اد کے ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔ سالہ باقاعدہ جانچ پڑتال کے بعد نذرینہ ڈاک بھیجا

جانتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر و قلم دار نہ ہوگا۔ جواب کے لئے جوابی کارڈ دیا جوابی حکمت نامہ ہے۔

ہندوستان والے اپنا پیرہہ حاجی فضل الہی عبدالمجید صاحبان کمیشن انجمنش ۱۵۱۰ نواب مسجد شریٹ بمبئی (ہندوستان)

کہ ہندراج منی آرڈر ارسال کریں۔ بیرنگ ڈاک اور خطوط بے رنگ ہوں گے۔

جمالیہ خط و کتابت و توسل بنام غلام حسین ایڈیٹر شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) ہونی چاہئے

دائرہ میں مربع نشان ملا۔ چندہ تختہ پونے کی سلامت ہے۔ آئندہ کار سالہ بندہ لبر دی۔ پی ارسال ہوگا۔
جس کے زاید افواہات سے بچے جیسے بہتر صورت بہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بندہ پونے آرد پوچھیں۔

غلام حسین ملتان سالہ شمس السلام

ماہنامہ اسلام بھیرہ

جلد ۲۸ شوال المکرم ۱۳۷۴ھ مطابق مئی ۱۹۵۷ء شمارہ ۵

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	صفحہ
۱	فرم انصار	ادارہ	۲
۲	شذات	"	۵
۳	معارف قرآن	"	۱۲
۴	باب الحدیث	"	۱۴
۵	رسائل مسائل	"	۱۵
۶	نویز نہیں کراؤں گے غفر فرامیں	مولانا مفتی محمد ذراہد صاحب الحسینی ایبٹ آباد	۲۰
۷	اسپین کے ایک عہد اسلامی کا کتب خانہ	حاجی محمد زبیر صاحب لائبریری اسٹنٹ یونیورسٹی - مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	۲۱
۸	انڈونیشیا کی سیاسی جماعتیں	محترم مجیب الرحمن صاحب عثمانی بی اے جامعہ نگر	۲۲
۹	کچھ چھوٹیڑے سے شاہی عمل تک	محترم حفیظ جانہ صری	۲۵
۱۰	تحفہ سلام بنام خیر الانام	نویز محمد امین شیر محمدی متعلم دارالعلوم غزنیہ حیدر	۲۸
۱۱	باب الاستغاثات	حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنؤ	۲۹

(۱۱ مضامین)

پرتھوی پرنٹر پبلشر شاہ پرتی پریس مرگواہلی پرب کدوچر پربہ کمنٹل سلام فامو پربہ پربہ پربہ پربہ

بنام

الصلوات

شرذہ جالفر

طالبان علوم دینیہ و سنتہ الشریعہ کے حلقہ میں

یہ شرذہ جانفراہنہایت سیرت سے نوازا گیا کہ مولانا الحاج افتخار احمد صاحب گوئی امیر حزب لائسنس و انکم دارالعلوم غریزیہ نے اس تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے کہ ہینال اکثر طلباء محض اس لئے مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات میں فیل ہو جاتے ہیں کہ ان کو قابل اور تجزیہ کا ماسک آئندہ درس اور تدریس کے لئے میسر نہیں آتے۔ گذشتہ چند سال سے دارالعلوم غریزیہ جامع مسجد بھیرہ میں منشی فاضل اور مولوی فاضل کی تیاری کرانے کے لئے فاضل مستند اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تجزیہ کار اساتذہ کی خدمات حاصل کر کے کلاسوں کا اجراء کر دیا گیا ہے۔

مزید برآں دارالعلوم غریزیہ جامع مسجد بھیرہ میں حسب دستور سابق دورہ حدیث شریف، درسی کتب و حفظ قرآن کا بہترین انتظام ہے بیرونی طلبہ کے قیام، طعام، سبق و طباق کا مدرسہ کھیل ہوگا۔

داخلہ

۵۔ شوال سے لے کر اٹھارہ شوال تک کھلا رہے گا۔ منشی فاضل کرنے والوں کے لئے فیس و اجی مقرر کی گئی ہے اور بیرونی طلبہ کے لئے ورڈنگ کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے نیز مقامی اور کاروباری حضرات کیلئے ٹائٹ کلاسز کا بھی انتظام کیا جاسکتا ہے۔

خطہ دارالعلوم غریزیہ

شدات

مقاہد دستور کے ایک سال بعد

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے دستور پر ۱۲ مارچ ۱۹۷۳ء کو ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ تمام ملک میں ہر گزری اور گزیر کرکری طریقوں سے خوش منی گئیں شہروں میں خاص طور پر بچے بچہ بچہ گرتے ہوئے نہایت کیا جا رہا تھا کہ ہم دل سے اس بات پر خوش و غم ہیں کہ ہم نے اپنے اسلامی اور جمہوری دستور کے مطابق ایک سال کا عرصہ گزار دیا اور دوسرے سال میں قدم رکھ رہے ہیں لیکن اگر ملک قوم کے حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے اور محض طفل تئیلوں سے کام نہ لیا جائے اور حقائق واقعات سے آنکھیں بند نہ کی جائیں تو حقیقت حال کی صحیح تصویر یہ کہ ہم نے اپنی زندگی کے قیمتی سالوں میں سے ایک سال کو یہی ضائع کر دیا نہ مسلمان فرد اور مسلمان قوم کی طرح عمر عزیز کے قیمتی اوقات سے وہ کام لیا جو لینا چاہئے اور نہ آج کی دنیا کی آزاد قوموں کی طرح اس عرصہ میں ترقی

کا قدم بڑھایا اور کوئی ایسی بات کر کے نہیں دکھائی۔ جسکی بنا پر چین آزادی کے دن واقعی خوشی منانی ہا سکے۔ رقم الحروف اس دن لاہور میں خاص طرح قربان سارے آٹھ بجے ایک تانکے میں سوار جارا تھا اس وقت لاہور چھاؤنی سے توپیں مسر کی گئی تھیں اور جشن کے دوسرے پروگراموں میں شامل ہونے کیلئے بس سینڈ پیپر تھے۔ لوگوں نے ان میں کھڑے تھے۔ اور اوجھڑا دھر بازاروں میں رات کے لئے بھلاؤ کی نیاریاں ہو رہی تھیں ان حالات کو دیکھ کر اس بہرہ سے سارے ان پڑھ کوہ ان نے بے اختیار زبان سے یہ جملہ نکالا جس سے یہ غلط فہمی پھیلی کہ ہم کو سکتا ہے کہ ہم غریب لوگوں کے تشریف اور طلبی کے سامنے کیا ہیں اس نے کہا۔ ”یہ لوگ خوشی کے کام نہ کرتے تھے نہیں اور خوشیاں تو ہی مناتے ہیں“ واقعہ یہ ہے کہ اس ان پڑھ نے اسی ایک جگہ میں ہمارے ابواب اقتدار و اختیار

میں

اور طبقہ مترقیین اور مستغنیوں کے کردار و اعمال و اشتغال کی طویل داستان کو یاد کر رہا ہے یہ حضرات ہر سال قوم کو جشن و مسرت کے ان کھیلوں سے بہلانے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن سال بھر میں کوئی ایسا کام نہیں کر کے دکھاتے جس سے لوگوں کے دلوں سے خود بخود خوشیاں اور مسرتیں پھوٹ سکیں۔

زندگی کے کسی شعبہ میں ایک عام آدمی کیلئے خوشی کا سامان نہیں بلکہ روز بروز پریشانیوں بڑھ رہی ہیں۔ لیکن ہم چونکہ مسلمان ہیں اور ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم کو سب سے پہلے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ ہمارا روحانی زندگی کی کیا حالت اور رہائی ہے۔ کیا اسلامی اقدار کو فروغ حاصل ہو رہا ہے یا اسے پامال کیا جا رہا ہے اور اسلام کے نام پر حاصل کئے ہوئے اس ملک میں خدا اور اس کے رسول کے احکام اور قرآن و حدیث کے قوانین کی کیا حیثیت و وقعت ہے اس لحاظ سے اگر حالات کا مطالعہ کیا جائے تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے اس ملک خدا و پاکستان میں نہ اپنے دھرم اسلام کا ایمان کی کچھ لاج رکھنے دی ہے اور نہ اپنے ہی مرتب کردہ آئین و دستور کے رہنما اصول اور دینیات کی حرکت کا کچھ خیال رکھا ہے۔ دستور میں وعدہ تو یہ کیا گیا تھا۔

کہ حکومت ایسے درجہ دو سال کے عرصے میں کاروائی کرے جس سے اس ملک کے رہنے والے قرآن و حدیث کے مطابق اسلامی زندگی بسر کریں لیکن ہم حکومت کی طرف سے کوئی ایسا کام نہیں کر رہے ہیں جو اس کے دیکھنے والے کو یہ محسوس ہو کہ اس ملک کی حکومت میں خود غرضی اور نیکی و محبت کے جملہ اسکے خلاف نظر آ رہا ہے تو یہ کہ قوم کے ”مخاندے“ اقدار کی کرسیوں کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے بھڑکتے ہیں۔ اور وہ نئی طرف سے تہمت تراشیں

دے کر مجرموں کو گرفتار کرنے کی کوشش کی اور اسندہ کے لئے اس
 قسم کے واقعات کے سد باب کے لئے اپنے غرام کا اظہار کیا ورنہ دینی
 نفاذ ہونے اور آخرت کی جواب دہی کے اس سے خائف ہونے اور
 مادی منافع کے شوق اور لذت اندوزی کے جذبہ کے فروغ اور غریب
 اخلاق اور بے جا ہابی رحم و رواج، سینماؤں اور چٹکوں اور منشیات کی
 کثرت وغیرہ فاسد مواد کی وجہ سے ملک کے ہر حصہ میں ایسے واقعات
 پولیس کی آنکھوں کے سامنے پیش آتے رہتے ہیں۔ کسی معاشرہ میں
 غنڈوں اور بدعاشوں کی یہ کثرت و جرأت اور بد اخلاقی و خون آشانی
 کے یہ مظاہرے اس بات کی نشانی ہوتی ہے کہ سارے معاشرہ کے
 نظام زندگی میں کوئی بنیادی خرابی پیدا ہو گئی ہے اگر بدن پر چنگ بڑھ
 چھوڑے پھنسیاں نظر آنے لگت جائیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ
 اندرونی طور پر خون کے نظام میں کوئی فساد پیدا ہوا ہے اور نہریلے
 جراثیم نے خون کو غراب کر دیا ہے۔ جس کا ظہور ان بھڑول کے ذریعہ
 سے ہو رہا ہے ایسی صورت میں اگر کوئی معالجہ طاعون ہری طور پر چھوڑے
 کے چیر بھڑا کر پراکتفا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بس ایک دفعہ اپریشن
 گھنٹے سے مریض مستقل صحت یاب ہو جائے گا۔ تو یہ اس معالجہ کی
 نادانی اور فن طب سے ناواقفیت کی نشانی ہوگی۔ حادثہ اور مہم علاج
 اگرچہ وقتی دکھ درد کم کرنے کے لئے چھوڑے کے چیر بھڑا کرنے
 میں بھی کوتاہی نہیں ہونا اور مہم اپریشن بھی کیا کرے لیکن وہ سمجھتا ہے
 کہ متعلق علاج کی صورت یہ ہے کہ اندرونی طور پر فساد خون کا علاج
 کیا جائے اور ان ذہریلے جراثیم کو بدن کے اندرونی حصوں سے ختم
 کر دیا جائے جن کے ذریعے اثرات بدن کے مختلف حصوں پر چھوڑے
 بڑے بھڑول اور پٹیوں کی شکل میں رونما ہوئے ہیں۔ مہم علاج
 تصفیہ خون کی کوشش کرتا ہے اور ٹیوی کیمیلی دوا میں پلا کر
 خون کی اصلاح اور جراثیم کے استیصال میں مصلحت تو مت خیرج کرتا ہے
 لیکن یہی مثال یہاں بھی صادق ہوتی ہے یہ درست ہے کہ وقتی
 طور سے جرم اور مجرموں کی سرکوبی کیمیلے اور نفاذ کو پرامن کرنے
 کیلئے غنڈوں اور بدعاشوں کی گرفتاری اور ان کو عدالتوں

سازشوں اور جھوٹے کا سلسلہ جاری ہے اور قوم کے یہی رہنا
 ہی قوم کو بالاسط اور بلاد اسط ان اخلاقی بیماریوں میں مبتلا کر رہے
 ہر شہر میں سینماؤں کا دور ہے اور ہر نئی آبادی میں مسجد و مدرسہ
 اور ہسپتال ہو یا نہ ہو۔ لیکن سب سے پہلے سینما ہال کی تعمیر ضروری
 ہوتی ہے۔ الغرض ماحول کو جس قدر گنداکیا جاسکتا ہے گنداکیا
 جا رہا ہے اور بدی کو کھیل کھیلنے اور نیکی کو سمٹنے اور دم گھٹ کر ختم ہونے
 کی جتنی بھی کوشش کی جاسکتی ہے وہ کی جارہی ہے لہذا۔

ملک میں غنڈہ گردی اور بد اخلاقی کی دبا۔
 قارئین کلام کو اخبارات ذریعہ سے قتل و خون ریزی کے اس
 واقعہ کی تفصیلات کا علم ہو گیا ہوگا۔ جو ایئرل کے ادائل میں لہر
 جیسے اہم مرکزی شہر کے ایک بادھہ نکلسن روڈ پر پیش آیا تھا۔
 اور جس میں ایک معصوم بچی اور ایک روضہ دار بگمراہ کل بے گناہ
 گولیوں کا نشانہ بن کر شہید ہو گئے تھے اور کچھ زخمی ہو گئے تھے
 اصل میں بربریت و درندگی اور قتل و خون ریزی کا جریہ واقعہ
 اس ملک میں رونما نہیں ہوا اگرچہ ہر روز کہنا سنانا قرار دیا جائے
 تو ہر رشتہ تو یقیناً ملک کی مذکورہ متلاش قسم کے خاص حالات
 اور وحشیانہ بے گناہ قتل ہوتے رہتے ہیں ورنہ مڈل بدعاشوں
 پیشہ وقتوں اور لٹروں سے کہیں بھی کسی کے مال و جان اور برو
 کی عصمت و عفت محفوظ نہیں۔ چونکہ یہ واقعہ مغربی پاکستان کے
 اہم مرکزی شہر میں پیش آیا ہے اور اخبارات کی وجہ سے اس کو شہرت
 حاصل ہوئی۔ ایسے پولیس کے شدید مطالبہ پر پولیس کو کچھ
 کاروائی کرنی پڑی۔ اور پولیس فوروں نے نرغہ کشائی کا ثبوت

سے سزا دلوانا بھی ضروری اور مفید ہے اور ایسا کرنا چاہیے لیکن یہ ملک سے متعلق طور پر ہمایوں اور بدشاہ قیوں کو دود کرنے کا طریقہ ہرگز نہیں نظام زندگی میں خدا داد انقلاب ہے ہدا خدائی کے جرائم مرگ پے مل پناہ ہر انداز انداز پھیلا رہے ہیں اسلئے ایسی تدبیریں سوچنا اور ایسا طریق علاج اختیار کرنا چاہئے جس سے یہ نظام زندگی درست ہو خون صلح پیدا ہو اور حراشیم بالکل مرکرفا ہو جائیں تعلیم کا کول میں جو عظیم دی جا رہی ہے اس سے اخلاقی سوتلے نہیں بچتے ہیں سئلے خوف خدا اور جواب دہی آخرت کے احساس کی بنیاد پر قائم دینی نظام تعلیم کو پوری طرح سے تقاضوں کے ساتھ جاری کرنے کی ضرورت ہے نانچ گانے رنگ لیوں اور سیناؤں کو ختم کر دیا جائے بے پردگی اور اختلاط مردوزن کے پروگرام موقوف کئے جائیں۔ منشیات قانونی اور غیر قانونی دونوں طرح کے کاغذ اور خرید و فروخت کو سختی سے روک دیا جائے۔ جرموں کے ساتھ کسی قیمت پر بھی بھڑدی نہ ہو۔ بلکہ ان کی حوصلہ شکنی کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ تعلیم، ریڈیو اور دوسرے ذرائع دوسٹل سے کالے کر عام لوگوں کی ایسی ذہنی تربیت کی جائے کہ وہ ہر بدی اور برائی سے طبعاً نفرت کرنے لگ جائیں اور نیکی کے ساتھ قلبی محبت و الفت پیدا ہو جائے اگر معاشرہ میں وسیع پیمانہ پر محبت و کوشش کر کے یہ بنیادی تبدیلی پیدا کی گئی تب تو ایسے وحشیانہ جنگا مول اور ظالمانہ کاروائیوں کا سد باب ہو جائے گا ورنہ اگر یہ فارسیہ موجود ہو تو ایک جگہ اپنی شکار کے علاج کیا جائے تو ہر بلا مادہ دھرمی جگہ چھوٹا بن کر پھر نمودار ہوگا۔ اور تین ہزار خدا شدہ ہینہ کہا کجا ہم۔

علاقہ کی یاوگاری اسی علاقہ میں ہندوستان

(منظر کر) کہہ بات فعل نے اور ان میں سے خاص کر مسلمانوں نے انگریزی حکومت کے تسلط و اقتدار سے آزاد ہونے کی ایک مجاہدانہ کوشش کی تھی۔ جو حالات کی

ناخواہفت اور بعض اہل ملک کی غلامیوں اور انگریزی دوسنی کی بنا پر ناگام ہو گئی۔ اور اسکے بعد انگریزوں نے اپنے نیچے اور بھی مضبوطی کے ساتھ گاڑ دیئے اور اہل ملک کو ہر طرح سے کوشاں فروغ کر دیا۔ جن افراد اور جماعتوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اس تحریک حریت و آزادی میں حصہ لیا تھا۔ انگریزوں نے جہاں بول عمور بر دریائے شورا اور قیدی سٹراؤں اور جہاد دلوں کی ضبطیوں اور طرح طرح کے مظالم سے ان سے اپنا انتقام لیا۔ بہت سے عزت اور حرمت والے ذلیل و خوار ہو گئے اور بہت سے اہل ثروت و جاہ امت، مفلس، افلاس اور نان شبید کے محتاج بنائے گئے۔ الغرض یہ ایک بہت بڑی طویل اور اٹناک داستان اور خونین تاریخ ہے۔ لیکن مظالم کی ان چکیوں میں پسے جانے کے باوجود مسلمانوں میں ایسے لوگ موجود رہے جنہوں نے آزادی کی ٹرپ کو اپنے قلوب میں زندہ رکھا اور اسکے بعد بھی مسلسل مختلف طریقوں سے یہ کوشش کرتے رہے کہ انگریزوں کی غلامی سے یہ ملک آزاد ہو اور حریت و خود مختاری کی متاع گم گشتہ پھر ماتہ آجائے۔ ان حضرات نے ہر دور میں انگریزوں کے ہاتھوں قید و بند اور جلاوطنی اور جہاد کی قریبوں کے مظالم سے۔ لیکن انہوں نے اپنے عزائم کو بدلا نہیں۔ اور ان کی اولوالعزم بیوں اور قسیم جہاد کی بدولت سے آخر کار ملک آزاد ہوا اور انگریز مہمات پر مجبور ہوئے کہ یہاں سے ہدیا بستر باندھ کر چلے جائیں۔ دوسری تحریک آزادی کے نوے سال بعد ۱۹۴۷ء میں قائم ہوا۔

اگرچہ انگریزوں نے جانے وقت بھی اہل ملک سے پورا انتقام لیا۔ اور تقسیم ملک کے سلسلہ میں وہ غلامی بڑی اور کمزوری ہوئی کہ ۱۹۴۷ء کی یاد تازہ ہو گئی۔ خود اہل ملک انگریزوں کے کھلائے ہوئے دھتورہ سے دماغ باختہ اور دیوانے ہو کر ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے لگے اور وطن کے اس جن کو بے گناہوں اور معصوم بچوں کی لاشوں کے خون سے

للازار بنا دیا گیا۔ اور مسلمانوں سے تو خاص کر ایک اور محنت میں بھی انتقام لیا۔ کہ تقسیم ملک کے سلسلہ میں ان سے بے انصافی برتی گئی۔ گورداسپور کا ضلع پاکستان سے کاٹ کر ہندوستان میں ملا دیا اور کشمیر کے لئے راستہ ہندیا کر کے کشمیر کو بھی ہندوستان کی جمہوری میں ڈال دیا اور پھر یہ کہ جتنے وقت ایسے لوگوں کو پاکستان میں مسلمانوں پر جارحانہ حملے سے انگریزی دفا داری تاریخی طور سے انگریزوں کے ساتھ وابستہ تھیں اور جو انگریزوں کے دست و بازو بن کر رہے تھے دراز سے خاندانی طور پر ان کے خیر خواہ اور پشتیبان تھے۔ مگر حال پرانی طرف سے ایک آخری وار تھا جو جاتے وقت وہ کر سکتے تھے اور کر سکتے لیکن آئینی طور پر آزادی ملی چکی تھی۔ اب اہل ملک کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اقتدار و اختیار جو مسلط کر لئے گئے تھے وہ کواہی کے نام سے برطانوی اور قریب کو نہ دوسرے مسلط ہونا چاہتے تھے اور عوام ان سے ناراض اور نالان ہے اور کسی نے استعمار کی زبان میں حقیقت حال کی برصغیر ترجمانی کی ہے۔

کانٹے ہیں وہ کہ جس نے چین کو لہو دیا
جس نے چین کا خون پیا پھول ہو گئے
اب حالات ہیں کہ کم از کم ہو چکے ہیں ایک جمہوری اسلامی دستور
ترتیب و تدوین اور اس کی تنقید ہو چکی ہے ہم اس دستور کی
دفعات کے مطابق ملک کا نقشہ نئے سرے سے بنانا اور اپنے
کروڑوں سال سے اس میں بننا رنگ بھرنے چاہتے ہیں اور یہ عزائم
رکھتے ہیں کہ چین بند کی حکام ایسے مایوں اور باغیوں کے
حوالہ کیا جائے جو خلاص اور دل کی صداقت کے ساتھ خون اور
ہسینہ سمان پودوں کی آبیاری اور چین کی ڈائیروں اور چوہوں
کی حفاظت کر سکیں۔ تو ایسے حالات میں تحریک آزادی اور
جہاد حریت کے سوسال پورے ہو گئے اور ملکی ۱۹۵۷ء کے
سوسال گذر جانے کے بعد مئی ۱۹۵۷ء شروع ہوا ہے پہلے
ملک کے باشندوں نے تعاضد کیا کہ یہ عدالت یادگار سزا کی چاہتے
اور اس کے لئے تحریک اعلیٰ انداز کا حکومت نے بھی یہ فیصلہ

کیا ہے کہ ۱۹۵۷ء سے پورا ایک ہفتہ بطور یادگار منایا جائے۔ امریکی
کو عام تعطیل ہو اور پھر جلسے ہوں۔ جلوس ہو اور وہ سب کچھ ہو جو
ایسے یادگاری موقعوں پر بھاری حکومت اور خاص ذہنیت کے محام
کیا کرتے ہیں ہم اس پر گرام کے بارے میں کچھ عرض کریں تو وہ اسلئے
بے فائدہ ہے کہ ہماری یہ آواز اتنی نحیف و کمزور ہے کہ ان ایوانوں تک
وہ کہان سنہرے سکتی ہے اور کچھ ہے بھی عام فہم ہو۔ اسلئے جو پروگرام بلیک
حکومت کے چلے ہیں وہ تو لوگ اور یادگار سزا کی جلتی لگی البتہ ہم قدامت
اکرام اور مسلمان بھائیوں کی اس یادگار کے ایک خصوصی پہلو کی طرف متوجہ
ہو گئے ہیں

۱۹۵۷ء کی تحریک آزادی کے اہل بیرو اور مجاہد علماء و کرام اسی تھے جنہوں نے
سب سے بڑھ کر ایک جہنی اور غیر اسلامی حکومت کے دور میں ان نتائج
اور اثرات کو محسوس کیا اور اس خلسہ نے ان کو بے چین رکھا اور اس
بے چینی نے ان کو تیاریوں پر آمادہ کیا۔ اور اپنی استطاعت کے
مطابق تیار کر کے اور اپنے متعلقین کی ملحقہ شریک بھاد بنا کر انہوں نے
میدان میں اتر کر اس تاریخہ عشق میں عرب و صرب کی بانی شروع
کی اور پھر بازی اگر چہ پانے کے لیکن پنا سر کو کر تبا دیا کہ شیشوں
کے ساتھ ان کو کہنوں کی حقیقت سچی تھی اور اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو
روسیا ہی سے چکا کر سرخ روئی حاصل کی۔ علایہ کرام ہی تھے جنہوں نے
شاہی کے میدان میں انگریزی فوجوں کے ساتھ دیکھی عشق بازی کا
نظاہر کیا۔ حافظ ضامن نقا نوئی نے اس میدان میں جام شہادت
نوش کیا اور مولانا محمد قاسم نانوتوی مدرسہ السنۃ العزیز بانی دارالعلوم
دیوبند کوئی سے زخمی ہو گئے اور ان پاکستانی ہندوؤں کے ساتھ خداجانے
اور کہنے پاکستانی اعلیٰ علم تھے جو یا تو راہ حق میں خاک و خون میں غروب
کر حیات ابدی حاصل کر گئے یا ان کے سینے زخموں سے لا لارہ ہو گئے اور
پھر حبیب خنداروں در بندگان مال و ذرا و غلامان جاہ و منصب کی انداز
اور فوجی حمایت سے انگریزوں کو غلبہ حاصل ہوا اور خطر یکے کام ہوئی
اور احمقانہ کایات و سرور شروع ہوا۔ تو علماء کرام نے نخند واد پر
چڑھ کر حق کی شہادت دی اور سر بلند ہو کر انہوں نے حق کی سر بلندی

اصلاح اکلے اللہ کا حق ادا کر دیا۔ اور پھر حبس خزانہ گدمان کو دنا داران
مخفی و صداقت سے آباد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ تو مخفی و صداقت کے
”جرم“ میں مولانا فضل مخفی خیر آبادی اور ان کے ساتھی بہت سے
دوسرے علما نے مخفی کو ہمیں دوام کی سزا دی گئی اور ان دور درواز
خزانہ میں ان حضرات کو محبوس کر دیا گیا۔ اور ان میں سے اکثر حضرات
نے عمر بانی کے لمحات وہیں گزاریے اور وہیں جان جان ان فخرین
کی سپرد کر کے میرد خاک ہو گئے تھے

خود دارحمت گنہگار میں فائز تھا ان پاک طینت را
پھر اس کے بعد بھی ہر دور میں اس شریک جہاد اور جذبہ آزادی ملک
ملت کو ان علمائے کرام نے ہی تازہ رکھا اور اپنے خون و لبینہ
سے اس پودے کی آبیاری کرتے رہے اور حتیٰ یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء
کی حقیقی یادگار بس یہی ہے کہ ان علمائے ان کارناموں اور ایمان
افروز مجاہدانہ سرگرمیوں کو یاد کیا جائے ان کی ارواح کو ابصال
ثواب کیا جائے۔ ایسی تازہ کی کتابوں کی عام اشاعت، موصن میں
صحیح واقعات و حالات کو جمع کیا گیا ہو اور ان کے جذبہ عمل اور اخلاص
و صداقت عبرت پذیر کی لئے سامنے رکھ کر ان کی پیروی کی کوشش
کی جائے۔ اور یہ غرض ملح کر دیا جائے کہ ملک آباد ہو جانے کے بعد اب
اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام اور علّٰی خدّار رسول کے احکام کو
نافذ کرنے کیلئے جو جدوجہد کی جائے گی اس میں مردانہ وار مجاہدانہ
رنگ میں شرکت کی جائے۔ تاکہ ان مردانہ راہ خدا کے اصل مقصد
کو اس ملک میں حاصل کیا جائے اور یہاں سے انگریزوں کے چلے
جانے کے بعد انگریزی دود کے تمام مفسد اثرات، انگریزی نظام
انگریزی ہندسہ و تمدن اور انگریزی سائنس و فنی تمام ہو جائے
چھوڑیں اندیشہ ہے کہ بہت سے چالاک لوگ ۱۸۵۷ء
کی اس یادگار کو محض ہمو و لب کے پروگراموں میں محدود رکھ کر
قوم سے اصل حقیقت کو ادھل رکھنے کی کوشش کریں گے اور شریک
کے نمایاں انشام کو پس پردہ رکھیں گے اور پھر خاص کر ان
حضرات کے کارناموں اور علمی شرکت کے واقعات پر وہ ہمدردی

ڈال کر غنی رکھیں گے جن کے ساتھ علمی اور روحانی تعلق رکھنے والے افراد آج اس ملک میں انفرادی اور اجتماعی طور سے اسلامی نظام کے لئے جہد و جہد کر رہے ہیں اور اب اقتدار سے پیہم مل کر کرتے ہیں کہ اس ملک میں قرآن و حدیث کے احکام کی تنقید و اعتراض اسے ہم نے ضروری سمجھا کہ اصل حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔ اسلامی نظام کھیلے جہد و جہد کرنے والے علماء کرام کا یہ فرض ہے کہ وہ اس یاد دہانی ہفتہ کے دوران میں مستقل پروگرام رکھ کر جمعی لیس کو ملاف کے مجاہدانہ کانٹاؤں سے روشناس کرائیں بہت ممکن ہے کہ تاریخی تفصیلات بیان کرتے وقت بہت سے غدار افراد اور خاندانوں کا بھی ذکر آجائے۔ لیکن مقصود چونکہ تاریخ کا دہرانا ہے اسی کی دل آزاری نہیں اسلئے اسی صورتوں میں تاریخی خیانت تو نہ کی جائے لیکن پیرایہ بیان ایسا بھی نہ ہو جس سے ان کی موجودہ اولاد و استعداد کو دکھتے پہنچے اور نواہ خواہ کی بد مزگی پسیدہ ہو۔ کیونکہ آج آزادی کے اس دور میں وہ لوگ خود اپنے آباد اجداد کے ان «کاناموں» پر شرم محسوس کرتے ہیں۔ امدان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اگرچہ ان جاگیرداروں سے نفع اندوزی بھوڑنے کے لئے وہ تیار نہ بھی ہوں۔

احوال عالم پر ایک نظر

اگر کوئی شخص حقیقت بین نگاہوں سے موجودہ چار دانگ عالم پر نگاہ ڈالے اور دیکھے کہ اسوقت دنیا کا کیا حال ہے تو وہ ایک پہلو سے تو یہ محسوس کرے گا کہ اس کا حال بہت ہی اچھا ہے ہر ملک صنعتی ترقی کو رہا ہے ہر جگہ بھاری بھاری مشینیں لگتے رہی ہیں۔ گاؤں گاؤں میں بجلی پہنچ رہی ہے ریل گاڑیوں کو ایرکٹریٹ بنڈ بنایا جا رہا ہے۔ دریاؤں پر بڑے بڑے پل اور بند تعمیر کئے جا رہے ہیں۔ اور ہنرمیں نکالی جا رہی ہیں پتھر اور پتھر باندو بیٹھوں کو زرخیز اور شاداب بنایا جا رہا ہے سینماؤں کا زور ہے بازاروں میں ٹریوں اور تجارت گاہوں کی رونق اور گہا گرمی ہے۔ پڑھ لو کہ ایکٹ سے ہزار میل دور کی مسافت

کے فردوس گوش منہ گھر بیٹھے سن رہے ہیں اور لطف اندوزی ہو رہی ہے
گوئیوں۔ چینیوں۔ اور بھانڈوں کی سر پرستی ہو رہی ہے اور ہر ملک
کے "بابر" عیش کوئی میں لگے ہوئے ہیں اور شنب روز اپنے محل سے
"عالم دوبارہ نیست" کا نظریہ لاپ رہے ہیں

مگر دوسرے پہلو کی طرف اگر حقیقت میں نظر ڈالی جائے تو اس
حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ دنیا کا حال بہت
جڑا ہے۔ اور یہ بڑی ان تمام لوگوں کو نظر آئے گی۔ جو حقیقت میں
نگاہیں اور مطالعہ نفس کی ہمت رکھتے ہیں درجن کے اندر اخلاقی
جس کی کوئی منفی بات ہے۔ آپ سیاسی لوگوں میں یہ سب تلاش نہ
کیجئے۔ انہیں محمدوں، ذوالنوں اور اقتدار کی کرسیوں میں دھرا
آ رہا ہے کہ وہ انسانیت کے حقیقی مسائل کو بالکل فراموش کر چکے ہیں
ان پیشہ ور سیاست دانوں کو اس بات سے اطمینان ہے کہ وہ خود
نباہی کے سامان پیدا کرتے ہیں اور دنیا پر سکہ حملے کے لئے
خود ہی اس کا عمل تلاش کرنے لگ جاتے ہیں انہیں تو کشمکش میں فرو
آنا ہے انہیں بیان باری کا پسند لگا ہوا ہے وہ پریس کانفرنسوں
میں کھیلے ہوئے ہیں وہ صحافیوں کے سوالوں کا جواب تیار کرنے
میں مشغول ہیں ان کو پارٹیوں میں تراج ختمین ادا کیا جاتا ہے
اور پارٹی کے لوگ انہیں تو م کا سب سے بڑا اقدام بنا کر پیش کرتے ہیں
جہاں شکریہ کی قرارداد پیش ہوئی۔ ان کے سارے گناہ چل گئے
اور سمجھنے لگے کہ جس طرح وہ خوش ہیں قوم کے افراد بھی اسی طرح
خوش ہوں گے۔

ہم نے کہا کہ دوسرے پہلو سے دنیا کا حال بہت برا ہے لیکن اس
حال کو دیکھنے کے نئے اخلاقی پس کی ضرورت ہے ایک طرف
مشین نے انسانوں کا کام سنبھال لیا ہے توجہ دوسری طرف قدرت
نے آبادی میں اضافہ کو شروع کر دیا ہے تفرجیات کی دستوں کا
کوئی ٹھکانا ہے ہسپتال، امواتی، تاج رنگ ہر قسم کے کھیل میں مگر
دوسری طرف خوف دہر اس درہر وقت کی قلبی پریشانی بے اطمینانی
کے کپڑے نے زندگی کے قابل کو چیلنج کر کے رکھ دیا ہے

دنیا کے فاصلے کم ہو گئے۔ ہزاروں میل کی مسافت ہزار گزوں سے بھی کم
کے دقتوں میں طے کی جاتی ہے مگر باہمی اعتماد اور بھروسے کی فضا ختم
ہو گئی ہے۔ قوانین کی بھرمار ہو رہی ہے آزادی کا شعور بلند ہے
مگر اقتصادی تحفظ کا احساس قدامتور ماہے نظریات اور فلسفے چاروں
طرف سے ابل رہے ہیں مگر اطمینان اور سکون کے فلسفے ختم ہو گئے۔

دکوں کی بے چینی اور بے اطمینانی شخص اسلئے برداشت کی جارہی ہے کہ
اسکے بغیر چارہ نہیں۔ ان حالات میں عالم گیر خود کشی تو ہو سکتی نہیں چارو
ناچار خوف دہر اس اور بے اعتمادی سے مہاکت کر لی گئی ہے کوئی شخص
یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ساتھ انصاف ہوگا۔ سچائی پر چلنے
کیلئے کوئی تیار نہیں۔ یہ عقیدہ رائج ہو چکا ہے کہ دنیا صرف بے ایمانی
سے کائی جاسکتی ہے دیانتداری اور سچائی سے انسان بھوکا مرنا ہے
کاروباری دنیا میں دیانتداری کا نام لینا اپنے آپ کو ڈھونڈنا اور اپنے
بال بچوں کو برباد کرنا ہے۔ دولت کو سمیٹو۔ خواہ کوئی بھی طریقہ اختیار
کرنا پڑے دو مرحلہ کو نقصان پہنچا کر اپنا بھلا کرو۔ خواہ منہ پر ہی سے
بغادت کرنی پڑے۔ یہ سارے گھر صرف ایک سیاسی فلسفے سے کھائے
ہیں یہ سب کچھ عرض کرنے کے بعد ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان باتوں
پر کوئی شخص توجہ نہیں دے گا۔ علیٰ طور پر بس ایسی باتیں لکھنا
نہ لکھنا کے برابر ہے لیکن ہمارا یہ ذریعہ ہے کہ ایسی باتیں کہیں اور
ایسی باتیں لکھیں۔

مَعْدَمَاتُ الْحَيَاةِ دِيْنِيَّةٍ وَعِلْمُهُمْ يَكْنُزُهُنَّ
مَكْتُوباتُ حَضْرَتِ مُحَمَّدٍ دَا لِفِ ثَمَانِي ر
کی نایابی اور اشاعت کی ضرورت

ہماری بہت سی دینی کتابیں جو اس امت کے ممتاز اور مہنات ہی
بلند مقام شخصیتوں کی تصنیفات ہیں کچھ عرصہ سے تجارتی کتب خانوں
سے نابید ہو رہی ہیں اور آج اگر آپ بڑی سی بڑی قیمت دے کر
بھی انہیں حاصل کرنا چاہیں تو کسی مکتبہ میں سے انے ملنے کی امید
نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم طوط سے علمی انحطاط ہے علمی اور تحقیقی

کتا ہیں پڑھنے والوں اور ان کا ذوق رکھنے والے اٹھ گئے اور اٹھ رہے ہیں اور اہل علم کے نام سے کچھ تھوڑے بہت باقی ہیں ان میں سے بھی اکثر کی طبیعتیں سہل پسند ہو گئی ہیں سالانہ اردو ترجموں اور سطحی کتابوں کے مطالعہ پر وہ اکتفا کرتے اور وقتی طور سے اپنا کام چلا دیتے ہیں جب موجودہ دور کے پڑھے لکھے لوگوں کو ان اعلیٰ علمی کتابوں کے سمجھنے کی ضرورت نہیں رہی تو وہ خریداری کی کوشش کیوں کریں گے۔ اسلئے بازاروں میں ایسی کتابوں کی عام مانگ نہیں اور وہ رفتہ رفتہ مالا تجارتی مال نہیں۔ اور نظا ہر ہے کہ ناجائز تو خاص روپیہ کانے کی خاطر کتب بین چھوڑتے ہیں اور دکان میں خریدتے کے لئے رستے ہیں جس کتاب کی نیکی بازار میں نہیں وہ کیوں ہزاروں روپیہ لگا کر سرمایہ کو بے کار کر دے۔ اس صورت حال کا ایک نقصان تو یہ ہو رہا ہے کہ ہمارا اعلیٰ ذخیرہ ضائع ہو رہا ہے اور علمی میدانوں میں آنے کی وجہ سے ان کتابوں کی افادیت ختم ہو رہی ہے اور ان بجاہرات کے استفادہ سے نئی نسل محروم ہو رہی ہے اور یہ بہت بڑا قومی اور ملی خسارہ ہے اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ اگرچہ کچھ باہمت آگے بڑھ کر اپنے اسلاف کرام کے اس علمی میراث کو اپنا بچا رہتے ہیں اور مطالعہ و استفادہ کا ارادہ رکھتے ہیں تو بازار میں انہیں تلاش بسیار کے باوجود کتاب کی قیمت پر بھی نہیں ملتی۔ اور ان کو پاؤں ہونا پڑتا ہے جس ذوق مطالعہ کی حوصلہ شکنی ہوئی ہے اور یہ مسلسل حوصلہ شکنی نفسیاتی طور پر نہایت مضر ہے ایسی اہم کتابیں تو بہت ہیں لیکن اس داستان درد کے سامنے کافی باعث تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی کتاب مکتوبات شریف کی بنیادی ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان مکتوبات کی اہمیت و افادیت کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن انہی اہم کتاب کا راج ہمارے ملک کے تجارتی مکتب خانوں سے نیا ہے سرمد ہوا جامعہ محمد خیر الدین امرتسر کے خطیب و مدرسہ سنیہ کے صدر مدرس حضرت مولانا فاضل صاحب پسروری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت بہترین کتابت اور صحت کے اہتمام کے ساتھ اس کوشش کی تھا اور قی خدمت ادا کیا تھا۔ وہی مطبوعہ مکتوبات بنی مکتب خانوں میں پائی جاتی ہے لیکن بازار

میں نہیں ملتی۔ مجھے جراتی اس پر ہے کہ ہمارے اس ملک میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے متعلق و مربوط بہت سے سجادہ نشین حضرات ہیں جن میں سے ہر ایک کے لاکھوں مرید اور عقیدت مند ہیں وہ حضرات ہر سال لاکھوں روپیہ موجودہ دور کے لوازم خانقاہی مثلاً نگر خانوں پر عرسوں پر اور عروں پر ان سے خرچ کرتے ہیں ہر سال بڑے بڑے قافلے ساتھ کر کے سر ہند شریف کے عرس میں شرکت کیلئے روانہ ہوتے ہیں اور بہت کچھ خرچ اٹھاتے ہیں۔ لیکن مکتوبات شریف کی طباعت اسکی اشاعت اور پھیلنے کے لازمی مطالعہ کی ترقیب کی طرف کسی ایک بزرگ کی توجہ بھی نہیں ہم تو سمجھتے ہیں کہ اگر ان سجادہ نشینوں میں سے کوئی ایک بزرگ بھی اس علمی کام کو کام سمجھتا تو اسکے لئے ہترہین کاغذ پرغہ کتب اور ضروری تشبیہ کما حقہ مکتوبات کا چھاپنا اور معمولی قیمت پر نکالنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس بارے میں قلم کچھ آگے چلنے کیلئے تقاضہ کرنا ہے لیکن محض اس خیال سے کہ کہیں وہ بے قابو ہو کر کچھ شونی ذکر سے ہم پر تکلف نام ہو تو علم کی باگیں کھینچ لیتے ہیں اور اسے آگے بڑھتے نہیں دیتے۔ ہاں گمان بزرگوں میں سے کسی بزرگ کے دربار تک ہماری یہ سفیر آواز پہنچ سکتی ہے تو ہم اسکی خدمت میں پر دست پیش کرتے ہیں کہ اسلاف کرام کے ایسی علمی تائید اور ادا دیا دگاروں کے اجبار و اتفاق میں کوشش رہنا ہی اگلے ساتھ صحیح ربط و متعلق کی نشانی ہے تو کیا آپ اس سلسلہ میں کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اگر یہ آواز اس لئے دھکرائی گئی کہ ایک چھوٹا بڑے رباروں میں ایسی باتیں کرنے کی کیوں جرأت کرنا ہے اور کہیں اسے شرف قبولیت حاصل ہو گئی اور کوئی بزرگ آمادہ ہو گئے تو دفتر شمس لا اسلام کو اس کی اطلاع دینی چاہئے تاکہ اس بارے میں مزید معروضات براہ راست پیش کر سکیں۔

بیان نبی کا مرتبہ مولانا ظفر علی خان مرحوم کی ایک بہت کا مشہور شعر ہے

ہیں کہ نہیں ایک ہی مشعل کی بوکھر عثمان علی

ہم مرتبہ ہیں بیان نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

معارف قرآن سورۃ البقرہ کی تفسیر

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۖ

اور ہر کتاب ان متنیوں کے لئے رہنما ہے جو آپ پر اور آپ سے پہلے رسولوں پر جو کچھ نازل کیا گیا ایمان اور کفرت پر یقین رکھنے ہیں اس سے پہلی آیت میں ایمان بالنبی بیان ہوا تھا اس آیت میں متین کی دو مری علامات بیان ہوئیں جن میں قرآن ممتاز اور بانی کتب منزلہ پر ایمان اور قیامت پر یقین کامل ہمت کو بیان فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَءُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُ الْكِتَابِ** کہ اے ایمان والو! تم قرآن کی تلاوت نہ کرو جب تک کہ اس کی آیات نہ پڑھی جائیں۔

قرآن کا ایجاز۔ قرآن مقدس جس کیفیت سے مجزہ ہے کراںسے توحید سے تمام دنیا کو اپنی نظیر و مثال لانے سے عاجز کر دیا ہے اسی طرح جو مجزہ بھی ہے یعنی جو مطلب دس لفظوں میں بیان ہو سکتا ہے اُسے بڑے فیظ کتاب ایک لفظ میں بیان کرتی ہے اور یہ ایک لفظ معانی کے لحاظ سے دس مطالب پر تبادلی ہوتا ہے۔ اگر اس مَآ اَنْزِلَ اِلَيْكَ سے مراد صرف قرآن ہی ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ”الْفُكْرَان“ کے الفاظ سے د ادا کیا گیا۔ پس ثابت ہوا کہ ان الفاظ سے مراد دونوں قسموں کی وحی ہے

عظیمہ سلم ای ہیں
 ہر آنزل الیک [دو قسموں پر ہے ایک حی متلو ہے قرآن
 کے عنوان سے معنون کیا جاتا ہے اور دوسرا وحی غیر متلو ہے جو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم پر بغیر توسط جبرئیل یا بغیر تصریظاً منعینہ نازل ہوئی یا جو کچھ انکشاف
 روحانی کے طور پر آپ کو معلوم کرایا گیا یہ دونوں قسمیں وحی کی ہیں
 اور اس دوسری قسم پر بھی ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ
 باہلی قسم (قرآن پر)

وَمَا أَنْزِلْ مِنْ قَبْلِكَ بِمِثْلِهِ خَافُ السَّيْءَ ۚ

علامہ الغیوث کی جانب سے دیے گئے نسخے۔ مثلاً زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام کو دی گئی۔ یا توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کا گئی یا انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عنایت کی گئی یا وہ کتابیں جو صحیفہ ابراہیم کے نام سے پکارا جاتی ہیں بہت سی آسمانی کتابیں ایسی ہیں جن کے نام سے بھی دنیا واقف نہیں۔ سب پر ایمان لانا ضروری ہے

وَمَا أَنْزِلْ مِنْ قَبْلِكَ بِمِثْلِهِ خَافُ السَّيْءَ ۚ

کے بعد وہی کاسلسلہ منقطع اور سلسلہ نبوت مسدود ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبوت یا جدید وہی پر ایمان لانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ م

جیونکہ باقی انبیاء عموماً اور مدنی آفاقی صومی رنگ میں جو کچھ فرماتے ہیں وہ سب جی ہوتی ہے جیسا کہ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ کی تفسیر سے ثابت ہے اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کا عالم خواب بھی عالم بیداری جتنی وقت رکھتا ہے اور جیسے بیداری میں جو کچھ انکے قلب پر القا کیا جاتا ہے وہی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسی طرح خواب کے واقعات بھی وحی کی طرح حقائق کا رنگ رکھتے ہیں۔ نیز

قرآن مجید کی خصوصی دنیا اور ماضی
آتی رہیں جو اپنے اپنے وقت میں صداقت و حقانیت کا معیار تھیں اور
اس وقت جب تک انسان اپنا دینی و دنیوی لاگت عمل اسکے مطابق مرتب
نہ کرے۔ اس وقت تک وہ دنیا کی بنیادوں پر پہنچ سکتا ہے
اور نہ اسکی دین و دنیا سسر سکتی ہے مگر ہم دُنیا کی پورٹ سے
کہتے ہیں اور تمام عالم اس حقیقت سے آشنا ہے کہ آج نہ تو شعور مافی

[illegible]

شذرات میں اس پر اپنے مخصوص طرز نگارش کے ساتھ خوب لکھا۔ اور ریڈیو کے ذمہ دار افسروں کو خوب سمجھوٹا۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ چٹان کا یہی ادارہ بلا کسی مزید تبصرہ نفس الاسلام میں شائع کیا جائے۔ تاکہ اس معاملہ کی اہمیت کی بنا پر اس کی اشاعت وسیع ہو۔ اور ہر حلقہ تک یہ بات پونچھ سکے۔ اور ہماری ملکیت کے ریڈیو کے کارپردازوں کی ذہنیت کا علم ہو جائے۔ چنانچہ ماہ اپریل کے شمارہ میں اس ادارتی نوٹ کو ہم نے بھی شائع کر دیا۔ اس پر قارئین کو اطمینان حاصل کرنا کہ اس ادارے میں سے ایک دوست نے یہ سوال کیا ہے؟

کہ دوسرے مصرعے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ چاروں یار ایک ہی مرتبہ کے اور برابر درجہ کے ہیں ان میں کوئی تفاضل نہیں اور چاروں میں کوئی فرق نہیں! تو کیا اہل سنت والجماعت کے نظریہ و عقیدہ کے مطابق یہ بات صحیح ہے؟ میں نے حضرت مولانا **ظہور احمد صاحب بگٹی** سے ایک مرتبہ سنا تھا کہ اگر اس شعر کی کوئی مناسب تاویل تو جید نہ کی جائے تو ظاہری معنوں کے لحاظ سے تو یہ غلط ہے آپ اس شعر کی تشریح کر کے بتائیے کہ اہل سنت کا عقیدہ کیا ہے؟

یہ سوال اپنی جگہ اہم بھی ہے اور ضروری بھی۔ ہمیں مت رہوئی کہ یہ سوال ہم سے کیا گیا۔ اور ہم کو تفصیل سے جواب لکھنے کا موقع مل گیا۔ آئندہ اشاعت (ماہ جون) میں انشاء اللہ اس سلسلہ میں ایک سیر حاصل مقالہ کی شکل میں جواب عرض کر دیا جائے گا۔ **قلبت گنجائش کی بنا پر اس اشاعت میں جواب درج نہیں ہو سکا**

باقی ص ۱۳

زکمل پڑے۔ خلیفہ الحکم کے علیٰ فرمانے کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا وہ لفرانی فائزین کے متعصب اور بربریت کی نظر ہو گیا اس طرح ایک ایک کر کے اسلامی اسپین کے سارے کتب خانے برباد کر دیئے گئے۔ ان کے ٹوٹے پھوٹے نشانات آج بھی اسپین کے ویرانوں میں دکھائی دیتے ہیں۔

(ماہوار الجیت)

پہرہ تلبیس میں اور نہ زبانیں سر بانی اور عربانی کے نام ہی نام رہ گئے۔ مگر منہ کچھ نہیں۔ یہ صرف قرآن مقدس ہی کی شان ہے کہ جبکی محافظت کا ذمہ دار اٹارنے والا ہے دنیا میں ہر اول انقلاب آجائیں۔ زبانیں بدلتی بدلتی کچھ سے کچھ ہو جائیں موجودہ اس نہ کہ وٹول غیر و تبدیل پذیر ہو جائیں۔ مگر قرآن مقدس کا ایک فیوض نہ ٹلنا ہے نہ طے کا بچا پڑا اثر و باری ہے

فَحِمْزٌ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَنَافِظُونَ (ہم نے ہی یہ قرآن اتارا ہے اور ہم ہی اسکی محافظت کریں گے۔ یہ دوسرے تمام محافلین سے بے نیاز ہے۔)

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ [ان مومنین یقین کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ قیامت کا بھی یقین رکھتے ہیں قربان جائے اس کی مافی کتاب کی فصاحت و بلاغت پر کہ الفاظ کی تھوڑی سی تقدیم و تاخیر سے معانی کی کیا پلٹ دی۔ **وَبِالْآخِرَةِ** (صلہ) کو مقدم اور **يُوقِنُونَ** کو حکم پر مبنی کر کے اہل کتاب کو ایک نازیبا نہ ساما دیا۔ اور اس عقول سے تغیر و تبدل مرتب سے اہل کتاب کے بحرحیت میں خوش دے دیا اور واضح فرما دیا کہ آخرت پر حقیقی یقین رکھنا صرف انہی لوگوں کا کام ہے جو قرآن کے ذریعہ سے تمام تفصیل آخرت کو معلوم کر چکے ہوں۔ اور دنیاوی عیش کو اس جادوئی عشت پر قربان کرتے اور اس فانی حیات کو باقی زندگی کے مقابلہ میں بیچ سمجھتے ہوں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو شخص معارف قرآن سے آگاہ ہو۔ اس کے سامنے اس بے مسمیٰ مراد زندگی کی کچھ حقیقت نہیں۔

باقی صفحہ ۱۱ (ملاں پڑی)

ریڈیو پاکستان سے مولانا مرحوم کا کلام سناتے وقت یہ شعر حریف کو یاد کیا اور غالب فرمایا تھا کہ ریڈیو کے ارباب لب و لہجہ خوشامد و مملکت کی بنا پر شدید ارباب اختیار کو خوش کرنے کی خاطر یہ کام قصداً کیا ہے اسپر بعض اخبارات نے احتجاج کیا اور ادارتی نوٹ لکھے۔ چنانچہ مشہور اہل قلم شورش کشمیری نے اپنے ہفت روزہ جریدہ "جنتانی" کے

باب الحَدِیث

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

مَنْ اِلٰهًا دَلَّ دُنْيَا فَاَلَيْتَ نَجَى (حدیث)

مسلمان اس سبق کو دلتوں سے لیا منبیا کر چکے ہیں تجارتی مفاد کو ایسا بھلا یا کہ اس کا نتیجہ ذلت و افلاس کی صورت میں ظاہر ہوگا تجارت میں (جیسا کہ حدیث کے الفاظ صدق - امین سے مترشح ہوتا ہے) دیانت اور ایمان داری کو ہاتھ سے دینا چاہئے ورنہ دنیا حاصل کرتے کرتے دین بھی فنا ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ
الْبَيْعُ الْكَاذِبُ مَنْقُوعٌ لِّلْمَسْكَةِ عَجْزَةً لِّلْكَسْبِ
کہ فروخت کے وقت جھوٹی متیں اور دھوکا دینے والے ٹوکے جاتا ہے مگر نفع بہادر و رایگان ہوگا اس صورت میں سوائے عصیان و ضلالت کے اور کیا حاصل ہوگا۔ تجارت سے ناجر کی نیت محض فروخت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے مراد نفع ہونا ہے اس غدار سے مال بھی جاتا رہا اور نفع بھی نہ دار د۔

یکے نقصان مایہ دیگر شہادت ہمسایہ
ایمان جھوٹ سے ہوا ہوگا۔ مال فروخت سے اور نفع بے ایمانی کی نظر ہوگا۔

اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ

(ترجمہ) برائی کرنے والے سے بھی احسان کر

اخلاق عالیہ کے بغیر انسانیت کی تکمیل محال ہے جب کوئی قوم صحیح الاخلاق نہ ہو تو اسے کچھ لینا چاہئے کہ ابھی وہ فطرت کی بلند یوں پر نہیں پہنچ سکی۔ اور حق تعالیٰ وہ شمار آدمیت سے آراستہ پیراستہ نہیں۔ اخلاقی لحاظ سے کمزور انسان کبھی ہند ب طبقہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ مسلمان کو کریم الاخلاق ہونا ضروری ہے مسلمان کے لئے حوادث دہر اخلاقی کمزوری پر منتج نہ ہوں کوئی اگر کمزور تکلیف پہنچائے تو اس بلاد لیش انسان پر غم احسان کر د

کلف گن لطف کہ بیگانہ شود خویش (بانی صلیبی)

(ترجمہ) مالی ترقی کے خواہاں کو تجارت کرنی چاہئے۔

مذہب اسلام نے جہاں تک شریعت اور تقریباً لی اللہ کے طریقے سکھائے اسی طرح ہمیں علم معاشرت کا سبق بھی اعلیٰ معیار پر دیا ہے جس کیفیت سے اس نے نبی آدم کو خدا پرست ہونے کی تلقین کی بالکل ایسی اہمیت سے دنیا داری کے ذرائع سے بھی مطلع کیا۔ خدا جانے کہ ان مختصر الفاظ میں کیا کچھ ادا کیا اور مکر و تقاء کے اندر ایک تھن سا پیدا کر دیا۔ ہزار جان سے قربان جائے اس ذات پر جو تھوڑی رنگ و زرالی شان میں حواصع السکیم کا مالک ہے ہمارے سامنے برور ہزاروں مثالیں ہائی جاتی ہیں اور لاکھوں نفوس عامے سامنے موجود ہیں جو بزدلئے زندگی میں بالکل نادار و مفلس تھے مگر اپنی حیات کے آخری مرحلہ پر ایسی احوال کے پیش نظر اس قدر مرقی ہوئے کہ وہ دنیا کے بڑے مالدار ہو گئے اور بڑے بڑے اغنیائے عالم کی فہرست میں ان کا نام نمایاں شان سے لکھا گیا اور تمام دنیا انہیں دانا کے نام سے موسوم کرنے لگی۔

ادھر تو دنیاوی نقطہ نظر سے نہایت سادہ الفاظ میں سببیں اصول سے آشنا فرمایا اور ادھر مدارج و مراتب کے لحاظ سے کھلے کھلے لفظوں میں التاجرا الصدق الامین مع البینین والصدیقین والشکھلاء والصالحین۔

کا اعلان فرمایا یعنی اس دنیا سے ہست و بود میں ناجر بہترین مالدار ہو سکتا ہے مگر طرہ جزا و بقاء میں صادق و امین تاجر کو نبین صدیقین شہداء و صالحین کی رفعت کا فخر حاصل ہوگا جیسا کہ صریح ہے صحابہ کرام کی پاک زندگی کا اکثر حصہ تجارت میں صرف ہوا اور بہت سے مجمل القدر صحابہ اس نیک شغل میں مشغول رہے جیسا کہ صدیقی اکبر عمر فاروق عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی کوششیں اس لا محو عمل و کار بند کو قوی رہیں۔

رسال

(سوال)

زید نے ایک عورت عائشہ سے نکاح کرنا چاہا اور وہ تین شخصوں کے زور پر پیغام نکاح بھیج دیا جسے زید کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کر دیا کچھ دنوں کے بعد زید نے ایک شخص عمرو کو جو کہ عائشہ کا قریبی رشتہ دار بھی تھا اور خاندان کا مقرب و قابل اعتماد شخص ہے اس پر تیار کیا کہ وہ کسی طریقہ سے نکاح کا یہ کام کر دے چنانچہ عمرو نے اگر عائشہ کے سامنے عام الفاظ میں نکاح کے فضائل بیان کئے اور بے نکاح رہنے کی مذمت اور شرعی قباحت ذکر کر کے کہا کہ بہت سے لوگ تجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ تو مجھے اس بارے میں اختیار دیدے کہ میں کہیں نیز نکاح کر دوں اس نے کہا کہ بہت اچھا یہاں تو چاہے میرا نکاح کر دے میں تجھے اپنا اختیار دیتی ہوں یہ وکالت حاصل کر کے عمرو نے زید کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔ جب عائشہ کا اس کا پتہ لگا تو اس نے کہا کہ میں زید کے ساتھ تو نکاح کرنا نہیں چاہتی مجھے یہ معلوم تو تھا کہ تجھ سے عام الفاظ میں اجازت حاصل کر کے عمرو مجھے یہاں بھینسا چاہتا ہے اب عائشہ کہتی ہے کہ میرا نکاح نہیں ہوگا اور زید امر اگر کر رہا ہے کہ عمرو اس نے وکالت عامہ دی تھی اور وکیل نے میرے ساتھ نکاح کر دیا ہے لہذا میری منکوحہ ہے بتائیے کہ شرعاً کیا حکم ہے؟

بجھنا درست نہیں لہذا اگر علم بالنکاح کے بعد عائشہ نے انکار کیا ہے اور اسے یہ نکاح منظور نہیں تو نکاح نہیں ہوگا۔

سوال :- ہمارے ہاں عام طور سے یہ طریقہ رائج ہے کہ بردقت نکاح دو گواہ اور ایک شخص لڑکی کے رشتہ داروں میں سے لڑکی کے پاس چلے جاتے ہیں وہ شخص لڑکی سے ان گواہوں کے سامنے پوچھتا ہے کہ تیرا نکاح میں فلاں لڑکے سے کرتا ہوں تو مجھے اجازت دیتی ہے وہ لڑکی ہاں کر دیتی ہے اور وہ سب مجلس نکاح میں آ جاتے ہیں اور نکاح خوان کے سامنے وہ دونوں گواہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے فلاں لڑکی نے اس شخص کو وکیل بنایا ہے اور اجازت دی ہے اس کے بعد نکاح خوان خطبہ پڑھتا ہے اور اس وکیل سے ایجاب کے کلمات کہلاتا ہے اور لڑکے سے قبول کے کلمات کہلاتا ہے اس وقت وہ ایک مولوی صاحب ہاتھ شریف لائے تھے اس لڑکی سے اجازت لینے کے لئے جس شخص کو بھیجا اس کے ساتھ گواہ نہیں بھیجے دیکو ایسی لی۔ بلکہ اس شخص نے از خود گھر سے واپس کر کے کہا کہ مجھے اجازت مل گئی ہے اور پھر نکاح پڑھا گیا اس پر لڑکی لوگوں نے پرے گویاں شروع کر دیں کہ اجازت حاصل کرنے کی شہادت حاصل کئے بغیر یہ نکاح کیسے ہو سکتا ہے مولوی صاحب تو چلے گئے ہیں اور لوگ اس لڑکے کو شبہ میں ڈال رہے ہیں کہ اس طرح تیری بیوی میرے پاس بلا نکاح رہے گی آپ بتائیے کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟

الجواب :- نکاح پڑھانے وقت یعنی ایجاب و قبول کے موقع پر تو کم از کم دو مسلمان بالغ مرد اور غور توں کا موجود ہونا ضروری ہے کہ وہ دونوں ایجاب و قبول کے کلمات اپنے کانوں سے اس کے مضمون و مطلب کو سمجھ کر سن لیں۔ باقی یہ بات کہ اگر عورت کی طرف سے اس کا کوئی وکیل ایجاب کر رہا ہے تو عورت کی طرف سے اس وکیل کے وکیل بن جانے کے لئے گواہوں کا قہر کرنا یا گواہی لینا یہ صحت نکاح کیسے کوئی ضروری امر نہیں یہاں لوگ گواہ ساتھ بھیجتے اور یہاں

الجواب (علامہ شامی نے لکھا ہے) اما اذا قالت افاداضیة بما تفعله انت بعد قوله ان اقولما یخطبونک اور فی معنی تخاذل و نحوه فهو استدلال صحیح لکافی الظہیر بئہ و لیس لہ بحدہ المقالة ان یدرجہا من جملہ دعت نکاحہ اولاً لان المراد بحدہ العموم غیرہ کالتوکیل بتذوقہم املانہ لیس للتوکیل ان ینزجہ مطلقہ اذا نادى المزوج قد شکى منها للتوکیل واعلمہ بطلاقہا لکافی فی الظہیر یہ مجرأ (خامی ج ۲ ص ۸۵) اس روایت کی بنا پر عائشہ کی اس توکیل بالنکاح سے مراد زید کے سوا کسی اور کے ساتھ نکاح کرنا ہے اور عموم الفاظ کو دیکھتے ہوئے زید کو بھی اس میں شامل

شرط رکھ دی تو یہ فاسد ہے اس کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ نقصان کی صورت میں سرمایہ کے تناسب سے ہر اک کو خسارہ برداشت کرنا ہوگا۔ اگرچہ شرط مادی کی طے کی ہو۔ چنانچہ علامہ غفری نے مبسوط میں قریباً ایسی ہی مثال لکھی ہے اور اس مسئلہ کو صاف کیا ہے۔

وان جاء احدكما باللف درهم والآخر بالفي درهم نشتركا
على ان الزم والوضيعة نصفان فلهما مشتركة فاسدة
ومراد ان شرط الوضيعة لضيفين فاسد لان الوضيعة
هلا وجز من المال فكان صاحب الفين شرط ضمان
شئ مما يملكه من ماله على صاحبه وشرط الضمان
على الفين فاسد ولكن لا يبطل بهذا اصل التحد لان
جو انما لشركة باعتبار الوكالة والوكالة لا تبطل بالشرط
الفاستة وانما تفقد الشرط وتبقى الوكالة فكذا هذا
فان عملا على هذا فوضعا لوضيعة على اقل من دوسو
امر المصالح لان الشرط بخلافه كان باطلا وان رجعا
فالرجع على ما اشترط (ج ۱۱ ع ۱۵)

پس نفع کی صورت میں نصفاً نصف تقسیم کرنا شرط کے مطابق صحیح تھا اور
دیسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ اور نقصان کی صورت میں جیسا کہ زید کہتا ہے
دک اصل سرمایہ کے تناسب سے تداون ڈالاجائے اور دوسو سو پیر زید
تداون برداشت کرے اور تین سو سو پیر عمر خسارہ اٹھائے

درست ہے اور ایسا ہی کرنا ضروری ہے۔
سوالی :- ایک درزی دکان پر بیٹھ کر لوگوں کے کپڑے اجرت
پر کیا کرتا ہے اس کے پاس کام بہت ہوتا ہے اور اکثر عمدہ پیشی اور
ادنی کپڑے لوگ اس کو سینے کیلئے دیا کرتے ہیں چند روزہ کو لے کر اس
نے دعویٰ کیا کہ آج رات کو میری دکان کا تالا توڑا گیا ہے اور جو کچھ کپڑے
تھے وہ چور چرا کر لے گئے ہیں اس نے پولیس میں رپٹ بھی لکھوا دی ہے
اب تک چوری کا کوئی سراغ نہیں لگا اور اندازہ ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں
سچا ہے چوری اس کی ضرور ہوئی ہے البتہ یہ بات کہ کتنا کپڑا اور کس
کا کپڑا دکان میں تھا اور وہ لے گئے ہیں محض اس کی ایمانداری اور سچائی

کی گواہی دیتے ہیں وہ محض اسلئے کہ بالغرض جھگڑا چڑھ جائے اور محنت
کے کہیں نے اس شخص کو وکیل نہیں بنایا تھا اور میں نے کسی قسم کی اجازت
ہمیں دی تھی تو اگر گواہ ساتھ بھیجے گئے تھے تو وہ باسانی گواہی دے
سکیں گے کہ اور وکیل کی وکالت پر آسانی ثابت ہو سکے گی گویا تو وکیل
کیلئے شہادت اس طرح بہتر ہے کہ آئندہ کے لئے ایک فائدہ دینے
والی چیز ہے باقی محنت نکاح اس پر موقوف نہیں علامہ شامی نے
لکھا ہے (قولہ وشرط حضور شاہدین)

ای لیتحد ان علی العقد ما للشهادة على التوكيل
بالنكاح فليست بشرط لصحة ما قد صناعه عن البحر
وانما فائدتها الاثبات عند حجب التوكيل.

(رخی ج ۲ ع ۲۷)

سوال :- زید اور عمرو دو تاجر تھے انہوں نے آپس میں شریک
ہو کر ایک تجارت شروع کی زید نے چار ہزار روپیہ لگایا۔ اور عمرو
نے چھ ہزار روپیہ۔ اور یہ طے کیا تھا کہ نفع اور نقصان دونوں کو
آدھوں آدھ رہے گا۔ چنانچہ پہلے سال قریباً ایک ہزار نفع ہووا وہ
دونوں نے اس شرط کے مطابق نصفاً نصف تقسیم کر لیا۔ اور عمرو نے
یہ کوئی اعتراض نہ کیا کہ مجھے زیادہ ملنا چاہئے اگلے سال کے لئے پھر
ایک نصاب سے دونوں نے سرمایہ لگایا اور وہی شرط رکھ دی۔ اور کام
شروع کیا اتفاقاً کچھ تجارتی حالات ایسے پیش آئے کہ سال بھر کام
کرنے کے بعد آخر میں قریباً پانچ سو روپیہ نقصان ہوا۔ عمرو نے زید
سے کہا کہ ڈھائی سو روپیہ آپ نقصان برداشت کریں اور ڈھائی
سو میں برداشت کر دیں گا۔ مگر زید نے کہا کہ میں صرف دو سو روپیہ
برداشت کر رہا ہوں آپ پر تین سو پڑتا ہے کیونکہ میرا سرمایہ کم تھا
زیادہ سرمایہ تو آپ کا تھا۔ الغرض اس معاملہ میں دونوں کا جھگڑا ہے
شرعیہ نقصان کون برداشت کرے گا اور کتنا کرے گا؟

الجواب :- ایسی صورت میں جب کہ سرمایہ میں کمی بیشی ہو یہ تو
درست ہے کہ نفع میں دونوں برابری کی شرکت کریں اور کم و
بیش کا خیال نہ رکھا جائے۔ لیکن اگر نقصان میں بھی برابری کی

کلیما مصححہ مفتی بہا و ما احسن المفصل الاخير و
 لاول قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ و قال بعضهم
 قول ابی حنیفہ قول عطاء و طاووس و ہما من کبارنا بعین
 و قولہما قول عمر و علی و بہ یفتی اختساما لعمرا علی
 و میانہ لاول الناس و اللہ اعلم و فی التبتین و نقول
 یفتی لتغیر احوال الناس و بہ یحصل میانہ امور الھم
 اللہ اذ اعلم انہ لا یضمن رجما بدعی انہ سرق او
 ضاع من بدعہ فی الخانیۃ و الحیط و الفتویٰ علی
 قولہ فقد اختلف الافتاء وقد سمعت ما
 فی الخیرۃ الخ (شامی جلد ۵ ص ۴۲)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اجیر مشترک کے مال کوئی چیز
 اس کے فعل سے نہیں ہلاک کی دوسرے کے فعل سے ہلاک ہو جائے
 مثلاً ٹوٹ جائے یا چوری ہو جائے تو اس بارے میں چار اقوال
 منقول ہیں۔

(۱) امام ابو حنیفہ کا اصل مسلک یہ ہے کہ اگر اجیر مشترک جیسا بھی ہو
 اس پر تادان نہیں آتا نقصان مال کے مالک کا ہوا اور اسے
 برداشت کرنا پڑے گا

(۲) امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہ مسلک ہے کہ اگر اجیر مشترک جیسا بھی ہو
 اسپر تادان آئے گا اور مالک کو اس مال کی قیمت تادان میں
 دے گا۔

(۳) متاخرین کا فتویٰ ہے کہ اگر اجیر مشترک جیسا بھی ہو۔ نصف قیمت
 پر صلح کر دی جائے یعنی ہلاک شدہ مال کی قیمت کا نصف حصہ
 اجیر مالک کو بطور تادان دیے اور نصف حصہ مالک کو برداشت
 کرنا پڑے۔

(۴) اگر اجیر مشترک نیک قابل اعتماد اور صادق القول شخص ہے
 اور اندازہ یہ ہے کہ یہ شخص کسی حیلہ بہانہ سے کسی کا مال کھانے
 والا نہیں تو ایسی صورت میں اسپر تادان نہ ڈالا جائے اور مالک مال
 سدا تادان خود برداشت کرے اور اگر وہ اجیر نیک و قابل اعتماد

کے اعتماد پر تمکین ہوگا اب بعض لوگ اس سے مطالبہ کرتے ہیں میں اپنے
 کچھ سال کا تادان ہے وہ آپ کی چوری ہوئی تادان ہم کہیں برداشت کریں
 وہ در ذی تادان دینے کیلئے تیار نہیں ان کا پس میں بھگتا ہوا اور آخر کار
 فریقین نے مجھے نالت تسلیم کر لیا میں چاہتا ہوں کہ نہ نرجعت طہرہ کے مطابق
 ان کا یہ بھگتا نصفہ کروں آپ اس سلسلہ میں میری رہنمائی کر کے مجھے ترقی
 فتویٰ دیدیں کہ مجھے اس معاملہ میں کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟

الجواب۔ بر صحت مذکورہ بالا میں وہ در ذی اجیر مشترک ہے
 اور اجیر مشترک کے قبضہ میں اگر ضروری پر دینے والے سے تاجر کی کوئی
 چیز کسی حادثہ سے ہلاک ہو جائے تو اس پر تادان پڑنے یا نہ پڑنے میں
 اختلاف کا اختلاف ہے اس سلسلہ میں در غمار کی یہ عبارت پیش
 نظر رکھیے۔ ولا یضمن ما اهلك فی يدك و لی شرط علیہ الضمان
 فی الامانة بما طل كالودع و بہ یفتی کما فی عامۃ المعتمدات و
 بہ جزم اصحاب المتوفی نکان هو الذھب خلافا للاشباہ
 و افتی المتأخرون بالصحة علی نصف القيمة و قبل ان لا اجیر
 مصلح لا یضمن و ان یجلا نہ یضمن و ان مستور الحال یؤمر

بالصلح عما دہ۔ در غمار کی اس عبارت کے مختلف اجزاء پر علامہ
 شامی نے حواشی لکھے ہیں ان حواشی کے چند ضروری حصے ملاحظہ کیجئے
 اعلیٰ ان المھلک اما یجوز للاجیر و لا والادل اما بالتحدی

اولا لثانی اما ان یمکن الاحتراز عنہ و لا ففی الاول
 بقسمیہ یضمن اتفاقا و فی ثانی الثانی لا یضمن اتفاقا و
 فی الاول یضمن عند الامام مطلقا و یضمن عند ہما
 مطلقا و افتی المتأخرون بالصحة علی نصف القيمة
 مطلقا و قبل ان مصلح لا یضمن و ان غیر مصلح یضمن و ان
 مستور فالصلح اھج والمراد بالاطلاق فی الموضعین للصلح
 وغیرہ و فی البدل لعل لا یضمن عندا ما اهلك بغیر ضحہ
 قبل العمل و بعد لانہ امانة فی بدعہ و هو القیاس قالوا
 یضمن الامن حرق غالب و لصوص مکابرین و هو
 استحصان اھتقال فی الخیرۃ فی حدک اربعة اقوال

دور کے مصلح اجیروں کو دیکھا اور تادان نہ دینے کا فتویٰ دیا۔ اگرچہ فتویٰ کے وقت مصلح کی قید بیان نہ بھی کی ہو لیکن ان کے سامنے مصلح ہی کی صورت تھی اور صاحبین کے سامنے ایسے اجروں کا معاملہ آیا ہو گا جو غیر مصلح تھے انہوں نے تادان ڈالنے کا فتویٰ دیا اگرچہ انہوں نے فتویٰ دیتے وقت غیر مصلح کی قید بھی لگائی ہو لیکن انہوں نے غیر مصلح ہی کو محفوظ خاطر رکھ کر فتویٰ دیا۔ اور متاخرین نے دیکھا کہ بعض مرتبہ اجیر کے مصلح اور غیر مصلح ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے تادان ڈالنے یا نہ ڈالنے کا بھی فیصلہ نہیں ہو سکتا اور مصلح کی صورت اختیار کرنی پڑتی ہے پس ان کا قول بھی اگرچہ مطلقاً منقول ہے لیکن وہ درحقیقت مخصوص صورت کے ساتھ ہے اس مندرجہ بالا تفصیل سے آپ کو فیصلہ کرنے کیلئے رہنمائی حاصل ہو گئی آپ اس درزی کی عادات و اخلاق اور محاطات میں سے بچے کو دیکھئے اگر قابل اعتماد اور صادق القول شخص ہے تو اسپر تادان نہ ڈالیئے مالکان مال کو سمجھا دیجئے۔ کہ اس کی چوری ہو گئی ہے اور تادان تم برداشت کرو گے۔ اور اگر وہ غیر مصلح ہے تو اسے تادان دلو دیجئے اور اگر آپ اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے اور اس کی اصلی حالت مخفی ہے تو پھر نصف پر مصلح کرایئے۔

سوال۔ زید کی ملکیت میں تین دکانیں ہیں عمر نے اس سے تینوں دکانیں پندرہ روپے ماہوار فی دکان کرایہ پر لے لیں اور دو سال تک یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ ایک دکان میں تو عمر نے خود کاروبار شروع کر دیا۔ اور باقی دو دکانیں اس کی ۲۵ روپیہ ماہوار فی دکان کرایہ پر دے دیں اب زید عمر سے مطالبہ کرتا ہے کہ جب خود ان دکانوں میں کام نہیں کرتے ہو تو کسی اور کو کرایہ پر دینے کا آپ حق نہیں رکھتے۔ مجھے میری دو دکانیں واکزار کر دو میں خود کسی کو دوں گا اور عمر یہ مانتا نہیں آپ بتائیے کہ شرعی طور پر کس کا حق ہے؟

الجواب۔ جب بڑا میں عقل جا رہا تو شرعی قواعد و ضوابط

شخص نہیں اور اس وضع کا آدمی ہے کہ کسی کے مال کو بھگت کرنے میں قباحت محسوس نہیں کرتا۔ تو ایسے شخص سے لوگوں کے مال کو محفوظ کر لینے کا خاطر پھر فیصلہ کیا جائے گا کہ اجیر تادان دیدے اور اگر اجیر مستورا حال ہے یہ نہیں کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے تو پھر ایسی صورت میں قول متاخرین کے مطابق نصف قیمت پر مصلح کو رادی جائے جیسا کہ فتویٰ اخیر میں لکھا ہے کہ ان چاروں اقوال پر فتویٰ دیا گیا ہے لیکن میں اپنے علم و فہم کی بنا پر اس آخری قول پر فتویٰ دینا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا مناسب سمجھتا ہوں اسلئے کہ قاعدہ کلیہ اور قیاس کا تقاضا تو وہ ہے کہ جو مال بوجہ حیفہ کا مسلک ہے کہ اجیر کے پاس وہ چیز بطور امانت پڑی ہوئی تھی اور اگر امانت از خود امین کے فعل کے بغیر ہلاک ہو جائے تو امین پر کوئی ضمان نہیں آتا لیکن حضرات صاحبین نے ضمان لازم کرنے کی جو وجہ بیان کی ہے وہ بھی معقول ہے اگر اجیر بڑا تادان نہ آئے تو اس فقہی قانون سے بہت سے غلط کار لوگ غلط فائدہ اٹھائیں گے اور مال کے ہلاک ہو جانے کا دعویٰ کر کے مالکان اموال کے مالوں کو یونہی کھایا کر بس گئے اسلئے یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اس طرح عقد راول کے حقوق ضائع نہ ہوں پس ان دونوں اقوال کی بہتر تطبیق اسی طرح ہو سکتی ہے کہ اگر اجیر نیک اور مستحق شخص ہے اور صاحبین کا بیان کردہ اندیشہ نہیں پایا جاتا تو امام ابو حنیفہ کے مسلک پر عمل کرنا چاہئے اور فقہی قانون کے مطابق امین پر تادان نہ ڈالنا چاہئے اور اگر اجیر قابل اعتماد نہیں اور یہ اندیشہ قوی ہے کہ شاید اسی طریقہ سے مال بھگت کرنا چاہتا ہے تو پھر اسپر ضرورتاً تادان ڈالنا چاہئے اور اگر مستورا حال ہے اور ہم کسی ایک پہلو کو ترجیح نہیں دے سکتے تو احتیاطاً کا تقاضا یہ ہے کہ کسی ایک طرف پر سارا بوجھل کر قطعی فیصلہ کرنے سے بڑا زیادہ بہتر ہو گا کہ مصلح کو رادی جائے اور مصلح کی یہی شکل معقول ہے کہ تادان انصافاً نصف ہو اور متاخرین کے قول کے مطابق عمل ہو جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ پیدے تین قول اگرچہ معقول تو اسی طرح مطابق ہیں لیکن اصل میں مصلح و غیر مصلح اور مستورا حال کی قید ضرور لگنی ہو گئی تھی۔ جو نقل نہ ہوئی۔ امام صاحب نے اپنے

کے مطابق صحیح طور پر بوجھا ہے قاب عمر کو جس طرح مدت اجارہ میں خود اس دکان میں رہنے کا حق ہے اسی طرح وہ بھی دوسرے کو بھی خواہ عاریتہ خواہ کرایہ پر رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے بشرطیکہ جن کو وہ دکانیں دیتا ہے وہ وہی کام یا اُنکی کم کام دکان میں کرنے ہوں اور جس دکان کے طریق استعمال میں فرق نہ پڑتا ہو۔ زید گوید حق حاصل نہیں کہ عمر کو رضامندی کے بغیر مدت اجارہ پورا ہونے کو قبل اس سے دکانیں واپس لے لے۔

فی الدلالت المختار ولہ السکتی بنفسہ واسکانی غیری
باجارۃ وغیرہا وکن اکل مال لا یختلف بالمستعمل
(در مختار برائش شامی ج ۵ ص ۱۵۷)

البتہ یہ بات کہ عمر و کیسے کیا یہ جائز ہے کہ خود تو پندرہ روپے کرایہ ادا کرے اور دوسروں کو کرایہ پر دے کہ اس کا کرایہ دس روپے وصول کرے اور اس طرح فی دکان دس روپے زائد کمائے اس بارے میں تفصیل ہے اگر اس دکانیں لے کر اپنی طرف سے اپنی ملک چیز کے ذریعہ اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا بلکہ جیسے زید سے کرایہ پر لی جھیں دیے ہی دوسروں کو کرایہ پر دے رہا ہے اور کرایہ پاکستانی معیار ہی مقرر کرنا ہے

جیسا کہ خود اس پاکستانی روپیہ ہی ادا کرنا طے کیا ہے تو ایسی صورت میں یہ ناید دس روپیہ کی دکان اسکے لئے جائز نہیں۔ یعنی اس کا تصدق علی الفقراء اس پر واجب ہے اسکے حق میں یہ مال طیب نہیں۔ ہاں اگر اس دکان میں کچھ اضافہ کیا ہے مثلاً چوڑے سے لپائی کر لائی۔ دروازوں وغیرہ کو رنگ دے دیا۔ لادریاں لگوا دیں تختے لگوا دیئے یا اور کوئی اضافہ اپنے خرچ سے کر کے دکان کی حیثیت و قیمت میں اضافہ کر دیا تو ایسی صورت میں اب یہ مال سنی دس روپے زائد اسکے لئے بیشک جائز ہے گویا اول کچھا جائے گا کہ پندرہ روپے تو یہ اصل دکان کا کرایہ لے رہا ہے جو یہ خود ادا بھی کر رہا ہے اور دس روپیہ اس کی ملک کو زائد چیز کا کرایہ ل رہا ہے یا اگر اسنے اضافہ نہ بھی کیا ہو۔ لیکن یہ دوسرے کو روپیہ کے بدلہ میں نہیں بلکہ کسی اور چیز کے بدلے میں کرائے پر دے رہا ہے

خواہ اس چیز کی قیمت پندرہ روپے سے زائد ہو یا نہ ہو کوئی حرج نہیں۔ مثلاً اگر اس شخص سے جس کو دکان لے رہا ہے یہ طے کرے کہ مجھے ماہوار دو من گندم کرایہ میں دو گے خواہ دو من گندم کی قیمت تیس روپے ہو تب بھی کوئی بات نہیں یا مثلاً مجھے ماہوار چالیس گز کپڑا دو گے خواہ وہ کپڑا چالیس روپے کا ہو۔ اس میں گنجائش ہے در مختار میں ہے ولو اجرا بکثر لصدق بالفضل الا فی مسئلتین اذا اجرا بھا بخلاف الجنس او اصل فیھا شیئاً اھ
قل النامی قولہ بخلاف الجنس ای جنس ما استاجر بھ
وکن اذا اجرا مع استاجر شیئاً من مالہ یجوز ان
تتخذ علیہ الاجارۃ فانہ تطیب لہ الزیادۃ کما
فی الخلاصہ قولہ او اصل فیھا شیئاً بان جصصھا
او مغل فیھا مسانۃ وکن اکل عمل قائم لان الزیادۃ
بمقابلۃ ما زاد من عندہ حلالاً لا علی الصلاح
مکافی المبسوط۔ (شامی جلد ۵ ص ۱۵۷)

فقہ حنفی ایک ہزار سے زیادہ مسائل میں من فاتی دینا فقہ حنفی کے لئے
ام کی بھی جی نہیں ہواری پر سوار نہ ہو اس عرض پا کر احترام کرتے تھے جس سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

(۸) امام محمد رحمہ اللہ محمد بن الحسن بن فرقد آپ کا تعلق قبیلہ شیبان سے ہے۔ قصہ واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشوونما پائی۔ امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے۔ امام مالک اور قاضی ابویوسف سے حدیث سنی۔ اور سنہلی اور امام شافعی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو قضاء کے عمار عہدہ پر فائز کیا تھا ۸۷۱ھ میں قصہ رسی میں من فاتی (۹) طہادی:- آلاء الحافظ وشیخ الحدیث و طبیب علانی القیم والحدیث احمد بن محمد بن سلامہ اللہ فی ۱۹۱۱ھ کو مصر کے قصہ طحا میں پیدا ہوئے علم حدیث میں ماہر اور مستند مانے جاتے ہیں مسائل حنفیہ کو روایت اور رعایت کے ثبات کرنے میں بے مثل ہیں ۱۸۷۱ھ کو من فاتی۔

”نو محذین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مختصر تراجم“

۴۰ محترم مولانا قاضی محمد زاهد الحسینی بیت آبادی

میں شہید کو دفات پائی ۔

(دم) ترمذی :- الامام الحافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ، آپ

۳۹ء کو قبضہ زندہ میں پیدا ہوئے علم حدیث امام ابو داؤد سے بھی حاصل کیا۔ آخر عمر میں اگرچہ نظر چلی گئی تھی۔ مگر حافظہ کی قوت میں کمی نہ آئی تفرہ ہی میں ۳۹ء میں وفات پائی۔

(۵) لَسَانِي بِـ الْأَمَامِ الْحَافِظِ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَمْدِيِّ شَيْبِ لَسَانِي

نیشاپور کے قریب ایک قصبہ نسائی میں ۲۵ھ کو پیدا ہوئے ابو داؤد اور
ترجمہ کے ساتھ پڑھی۔ آپ کی علم حدیث میں دو کتابیں نسائی کے
نام سے اس ترجمہ نسائی صحاح ستہ میں شمار کی گئی ہے وہ نسائی

”مختصر بروایت ابن اسنی“ ہے اور جو ابن محویہ ابن الاحرار ابن القاسم کی روایت سے ہیں اسکو لسانی کیسر کہتے ہیں سچ کرنے تشریف لے گئے اور مسند کو ملکر مکرم میں فوت ہوئے۔ صفا اور مروہ کے درمیان مدفون

اور سسہ کو مکہ مکرمہ میں فوت ہوئے۔ صفا اور مروہ کے درمیان مدفون ہیں۔

(4) ابن ماجا: الإمام الحافظ أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجه

فردی، مسئلہ کو فردین میں پیدا ہوئے حدیث سننے اور لکھنے کے

چنانچہ مئی تا بہت سے ۳۲ رمضان ۱۲۲۳ء کو وفات پائی۔ آپ کی کتاب کو

سب سے پہلے محدث حافظ ابو الفضل ابن الطاہر نے صحاح میں

شارل کیا۔ پھر بعد میں اس کو قبولیت حاصل ہوئی۔

۹۵ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور تالیفیں

کرام سے علم حدیث حاصل کیا۔ خلیفہ منصور نے حج کے بعد آپ سے علم حدیث

میں ایک جامع کتاب لکھنے کی درخواست کی۔ آپ نے غدر کے بعد قبول فرمایا

آپ کے شاگردوں میں سے امام شافعی، امام محمد، امام دہب خلیفہ

رسیدہ اور سے دوکوں بیہ ایس اور ماوس بیہ ایس۔ آپ کو یاد
(باقی صفحہ ۱۹ پر دیکھیے)

درس نظامی میں مندرجہ ذیل کتب حدیث داخل اصواب ہیں اور جو تقریباً ساری ہی پڑھائی جاتی ہیں مگر اکثر طلباء ان محدثین کے کم از کم ضروری حالات سے بھی ناواقف رہتے ہیں اس لئے اس سالہ المہینہ کے مقدمہ سے اقتباساً ان بزرگوں کے حالات قارئین شمس الاسلام کے لئے اور طلبہ حدیث کیلئے خصوصاً ہدیہ نظر میں اللہ تعالیٰ قبول فرمادیں

(۱) اپنا شری بہ امام الاممہ دیج الحفاظ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، آپ فارسی النسل میں بخاری میں ۳۱۰۱ شمسی ۱۹۴۲ء کو پیدائے علم حدیث کے پڑھنے اور حاصل کرنے کیلئے مختلف اور متعدد شہروں کا سفر کیا۔ ہم فریغ میں بخاری کی ترتیب شروع کی اور کامل سولہ سال کی تحقیق کے بعد صحیح بخاری کو مرتب فرمایا آپ ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے غسل کر کے دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے پھر استعاذہ کے بعد حدیث درج فرمایا کرتے تھے۔ عمر قدس کے قریب ایک قصہ غریب تک میں عید الفطر کی رات کو ۵۵۷ھ کو وفات ہوئی آپ نے نوے ہزار انساؤں سے حدیث سنی۔

(۲۷) مستم :- آدام الكبير ابو الحسين مسلم بن الحجاج القشيري

مسئلہ کو نیشاپور میں پیدا ہوئے آپ نے مسندِ احادیث کو جمع کیا۔

میں سے ہر ازار کا نام کہ تم سب رخصت ہو گے کہ وفات ہو گے اور

نیشاپور میں مدفون ہیں۔

(س) ابو داؤد۔ یہ امام الفقيه ابو داؤد سليمان بن الاشعث

الازدی، آپ سیستان کے ہے دالے ہیں سلسلہ کو پیدا ہوئے امام

یعنی حدیث العنبرۃ آپ سے امام احمد نے بھی لکھی ہے لہٰذا

اسپین کے عہد اسلامی کا ایک علمی کتب خانہ

(حاجی محمد زبیر صاحب لاہوری اسٹنڈیو یونیورسٹی لاہور میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

یورپ میں قائم ہوا۔ یہ وہ خزانہ تھا جو علماء کو محفوظ کرتا تھا۔ اور جابول اور بے علموں کو محقر۔ اس عظیم الشان کتب خانے کا بانی اسپین کا فرمانروا الحکم الثانی (۱۴۷۹ء تا ۱۵۰۴ء) تھا۔ اگلے نسبت مورخ ڈوری نے لکھا ہے کہ

”خليفة الحکم کے برابر کوئی عالم فاضل بادشاہ اسپین میں نہیں رہا۔ ز علوم و معارف میں کسی کو اتنی قدرت حاصل ہوئی۔ اور نہ کسی نے اتنی کتابیں جمع کیں“

الحکم کو کتاب سے عشق تھا اور اس کے کتب بینی کے ذوق کا یہ حال تھا کہ جب وہ کسی کتاب کے مطالعہ میں مہلک ہوتا۔ تو یوں محسوس ہوتا کہ اس کی روح زمان و مکان سے بے نیاز ہو کر مضف کی روح سے جو سمت ہو گئی ہے مطالعہ کنندہ کے اہماک کا یہ نتیجہ ہوا کہ الحکم کی بیانی کمزور ہو گئی اس علم دوست خلیفہ کے عہد میں علوم و فنون کو بڑی ترقی ہوئی قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلیہ کی یونیورسٹیوں کو ترقی اور وسعت دی گئی۔ قرطبہ میں ستائیس ایسے مدرسے کھولے گئے جن میں غراب کے پچوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ اس زمانہ میں کتابیں جمع کرنے کا شوق سارے اسپین میں پھیل گیا تھا۔ لوگ کتابوں کی خریداری پر بے دریغ رو پر خرچ کرتے تھے غرض مسلمانوں کے عہد میں اسپین کتب خانوں اور درسگاہوں سے بھر پور نظر آتا تھا صرف غرناطہ میں ۷۰۰ کتب خانے اور ۱۲۰ چھوٹے بڑے مدرسے تھے۔ بقول مورخ لبن پول ان علوم و فنون کے سرچشموں سے سیراب ہونے کے لئے جرمنی اور فرانس سے طلباء آیا کرتے تھے۔ الحکم کا کتب خانہ اس زمانہ میں مہم کتب خانوں سے سبقت لے گیا تھا اس نادار کتب خانے میں رومی، مصری، فارسی، عبرانی اور عربی کی اعلیٰ تصانیف جمع تھیں اس میں کتابوں کی تعداد چار لاکھ بتائی جاتی ہے اب خانے کی فہرست چالیس جلدوں میں تھی۔ اور ہر جلد میں پچاس

درجہ تھے دو یا کتابوں کی یہ فہرست ۱۷۴۰ء اور ۱۷۵۰ء میں ۵۲۰ صفحات

پر پھیلی ہوئی تھی) بیان کیا جاتا ہے کہ صرف اشعار و قصائد کے مجموعوں کی فہرست آٹھ سو صفحات پر مشتمل تھی۔ ان کتابوں میں سے زیادہ تر کتابیں الحکم کے مطالعہ سے گذری تھیں اور ان پر خلیفہ کے دست خاص سے عیشے لکھے ہوئے تھے کتب خانے کی سیکڑوں کتابیں ایسی بھی تھیں جن کے شروع یا آخر میں مفت کا نام اس کا مختصر حال سال پیدائش وغیرہ الحکم نے تحریر کر دیا تھا۔ خلیفہ نے کتابوں کے حصول کا خاص اہتمام کیا تھا۔ بغداد، مصر اور شام میں سیکڑوں گشتے کتابیں خریدنے پر مامور تھے۔ کتابوں کی خریداری پر اس قدر روپیہ صرف کیا جاتا تھا کہ خزانہ شاہی کی آمدنی اس کے لئے کافی نہ ہوتی تھی۔ الحکم کی دریا دلی اور ادوار و انگری کے قصے دور و دور تک پھیلے ہوئے تھے اس کا یہ اثر ہوا کہ ایران و شام میں بھی جو کتابیں لکھی جاتیں وہ قرطبہ کے کتب خانہ میں پہنچ جاتیں۔ الحکم کے لئے کتاب سے بہتر کوئی تحفہ نہ تھا اگر کوئی ناکابل حصول کتاب کی نقل خلیفہ کے حضور میں پیش کرتا۔ تو پیش بہا انعام حاصل کرتا۔ الحکم کو جس وقت کسی نئی کتاب کی خبر ملتی۔ تو فوراً مضف کے پاس کتاب کی قیمت پیشگی روانہ کر دیتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ کو معلوم ہوا کہ عراق کا مورخ ابو الفرج اصفہانی عرب کے شعاعوں اور معنیوں پر کتاب الافغانی لکھ رہا ہے تو اسے چار ہزار روپیہ پیشگی روانہ کر دیئے۔ چنانچہ وہ کتاب مکمل ہو کر سب سے پہلے الحکم کے کتب خانہ میں داخل ہوئی۔

کتابوں کی براہ راست خریداری کے علاوہ کتابیں نقل کر لے کر بھی حاصل کی جاتی تھیں اس کام کیلئے ایشیا کے مختلف کتب خانوں میں الحکم کے کاتب موبور ہتے تھے۔ جو کتب خانہ کے لئے کتابیں نقل کر دیتے تھے الحکم کے کتب خانے میں بھی بہت سے بالکال کاتب مقرر تھے۔ ان کے لئے علیحدہ کمرے تھے۔ جہاں وہ کتابوں کی نقل میں مصروف رہتے تھے۔ اس زمانہ میں کتب خانہ میں ایک کتاب کے بہت سے نسخے رکھنے کا رواج تھا۔ الحکم کو کتابوں کی زیب و زینت اور درستگی کا بھی بہت شوق تھا۔

انڈونیشیائی سیاسی جماعتیں

”محترم مجیب الرحمن صاحب عثمانی بی۔ اے جامعہ نگر۔“

مکمل آزادی کی جلد و جہد پر مرکوز کیا۔ اور اس مقصد کے پیش نظر مختلف سیاسی جماعتوں کے ساتھ اتحاد و اشتراک کیا۔ بنٹو پارٹی کے ساتھ اس نے حصول اقتدار سے پہلے کی بہت سی حکومتوں میں حصہ لیا اور آزادی کے بعد قائم ہونے والی چھ حکومتوں میں بھی چار میں اس کی نمائندگی ہوئی ہے اس پارٹی کی پالیسی مارنیزم (Marxism) کے فلسفے پر مبنی ہے اس فلسفہ کو اس جماعت کے معتقدین ایسے سوشلزم کے ہم بدلہ سمجھتے ہیں جو انڈونیشیائی سماج اور انڈونیشیائی جذبہ کو سامنے رکھ کر تبدیل کیا گیا ہے۔ پارٹی کا مقصد ایسی مارنیزٹ سوسائٹی

(Marxunist Society.)

قائم کرنا ہے جس کی بنیاد جمہوریت پر ہو اور جس میں ہر انسان کو بنیادی حقوق حاصل ہوں۔ اور جو سرمایہ داری استعماریت اور ڈکٹیٹر شپ

کی ہر صورت میں مخالفت کرتی ہو۔ اس جماعت کا اعتقاد ہے کہ اس کا مخصوص

سوشلزم سماج کے ہر حصے کو تقویت پہنچائے گا اور بہت افزائی کرے گا۔

اپنے اس نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے پارٹی کا خیال ہے کہ سماج کے ان

چار طبقوں پر توجہ مرکوز کرنی چاہئے۔ کسان مزدور سونجوان اور عورتیں

ان میں بھی کسانوں اور مزدوروں کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے

اسلئے کہ آبادی کا بڑا حصہ ان پر مشتمل ہے اور کوئی بھی انقلاب ان کو ساتھ

لئے بغیر نہیں لایا جاسکتا۔ ہر کسان کی اپنی زمین ہونی چاہئے اور ہر بڑے

پیمانے پر نقل وین کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے اس مخصوص سوشلزم کے

ماننے والوں کا اعتقاد ہے کہ جاگیر داران اور طبقہ داران سماج کو بغیر

سرمایہ داری کے عبوری دور کے ہی سوشلسٹ سماج میں تبدیل کیا جاسکتا ہے

نوجوان طبقہ کے سلسلہ میں اس پارٹی کی پالیسی یہ ہے کہ ملک کے

نوجوانوں کو دو قیام لائسی اور فرسودہ روایات اور طرز فکر سے نکالنا چاہئے

انڈونیشیائی عوام نے کبھی ہتھیاروں کے ذریعے اور کبھی روہانی ذرائع

سے غرض ہمیشہ ہی استعماریت کے خلاف جنگ جاری رکھی ہے

مگر سیاسی اور سماجی مقاصد کے حصول کے لئے جماعتیں بنانے کا

سلسلہ دہاں اس صدی کے آغاز ہی سے شروع ہوا ہے

انڈونیشیائی میں سیاسی جماعتوں کے ارتقاء کی تاریخ کو

تین منزلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور ۱۹۱۱ء سے

۱۹۴۲ء تک کا ہے جس میں جمہوری جماعتیں آہستہ آہستہ پھلتی پھولتی

رہی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آزادی کی جلد و جہد کیلئے ایک موثر

حرکت بن گئیں۔ دوسرا دور انڈونیشیائی پیرجاپان کے قبضے کے

زمانے پر مشتمل ہے اور تیسرا آزادی کے اعلان سے بعد میں

شروع ہوتا ہے

جاوہر دیکھ دہاں جماعتی نظام کا ارتقاء مختلف اور متضاد

تقریبات رکھنے والی جماعتوں کی شکل میں ہوا۔ اور اپنے اپنے طرز

فکر کے مطابق مقاصد کے حصول کے لئے کوششیں کرتی رہیں۔ تاہم

ان سب کے سامنے ایک مشترک مقصد ہمیشہ رہا۔ اور وہ تھا

ملک کی آزادی۔

اس مختصر مہد کے بعد آئیے ہم انڈونیشیائی چند اہم سیاسی جماعتوں

کا جائزہ لیں۔

انڈونیشیائی نیشنلسٹ پارٹی

اس جماعت کا قیام جنوری

۱۹۴۶ء میں بہت سی مقامی

قوم پرست جماعتوں کے باہمی ادغام سے ہوا۔ اس کو عام طور سے

اس جماعت کا قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔ جسے حدود نوئیکار نوئے

۱۹۴۶ء میں قائم کیا تھا۔ اور جو بعد میں نوآبادی استبداد کا شکار

ہو گئی۔ انقلاب کے دوران اس نئی جماعت نے اپنی کوششوں کو

اسلئے کہ یہ ذہنی نشوونما کے دشمن ہیں وہ نوجوانوں میں اسخفاہ جوش و خروش اور نئی سماج کی تخلیق کی صلاحیت پیدا کرنی چاہتے ہیں نیشنل پارٹی کا خیال ہے کہ انڈونیشیا کی عورتوں کو سماج میں اپنی مناسب جگہ حاصل کرنے کیلئے روایات کے بہت سے پردوں کو ہٹانا ہوگا۔ اس پارٹی کو عورتوں کی تحریکوں کی ہمت افزائی کرنی چاہیئے تاکہ سوسائٹی کا یہ اہم جز بھی مارنیٹ (Marxism) سماج کے قیام میں مدد دے سکے۔ اپنے طریقہ کار کے سلسلے میں یہ جماعت دو طریقے استعمال کرتی ہے ایک طرف تو وہ جاگیر داری اور دوسری غیر ملکی سرمائے اور بڑھے پیمانے پر پھیلی ہوئی مہالت کا اختتام چاہتی ہے۔ اور دوسری طرف اس کی کوشش یہ ہے کہ لوگ سماجی۔ سیاسی۔ اور معاشی جمہوریت کا صحیح مطلب سمجھ سکیں۔

صکری۔ سوکرکارنو اور وزیراعظم ڈاکٹر علی تاسکروی جو بواہی پارٹی کے ممبر ہیں اور پارلیمنٹ میں اس پارٹی کے ۷۵ ممبر ہیں۔

مشموی پارٹی لفظ مشموی مجلس شوریٰ سلیس انڈونیشیا کا مخفف ہے۔ ۱۹۴۹ء کو اس جماعت کا قیام ہوا۔ یہ مختلف خیال رکھنے والی متعدد مسلم انجمنوں سے مل کر بنی ہے جن میں سے ایک انجمن خرمیہ بھی ہے محمدیہ ایک مضبوط سماجی اور تعلیمی انجمن ہے۔ ۱۹۵۲ء تک مشموی پارٹی میں ”مختصة العلماء“ جو پہلے محض کٹر علماء کی جماعت تھی۔ اور اب ایک الگ سیاسی جماعت کی حیثیت سے قائم ہے۔ سن ۱۹۵۵ء سے ۱۹۵۹ء تک مشموی پارٹی نے بیشتر حکومتوں میں حصہ لیا۔ اور اس سلسلے میں نیشنل پارٹی سے پارٹنر شپ اشتراک بھی کیا۔ آزادی کے بعد سے مشموی پارٹی اب تک پانچ حکومتوں

۱۔ ۲۔ ۳۔ یہ پارٹی ہمارے ملک کی قومی پارٹیوں کی طرح دین سے آزاد اور فلسفہ مادیت کے معتقد اور بین و مطلقین سے متاثر لوگوں کی پارٹی ہے دو۔ دقتیالوسی اور فرمودہ روایات کے لئے جو اصول کے بارے میں ”روایات کے پردوں“ سے ان کی مراد وہ اسلامی روایات اور مضوابط احکام ہیں۔ جن پر انڈونیشیا کے مسلمانوں اور عورتیں رہنا تک مسلمان ہونے کی وجہ سے کاربن ہیں ذہنی نشوونما کا مقصد الحادی و دیریت کی راہ پر چلنا اور ان کو قومی نظریات کے لئے متوجہ بنانا ہے۔ عورتوں کو سماج میں مناسب جگہ حاصل کرنے کا مطلب ان کے لئے یہ ہے کہ عورت شرم و عیا کو بالائے طاق رکھ کر شمع عقل بنے اور مردوں کی ہوس رانیوں کا ایک کھلونا بن جائے اور ظاہر ہے کہ اسلامی نظریات اور شرعی احکام آپس میں زبردست قائل ہیں لہذا یہ ان پر دوں کو ہٹانا چاہتی ہے (الحیاء باللہ) (اور اس قسم کے اسلام پسند) اسلئے ان کے ہاں اسلامی علوم و روایات اور دینی نظریات و افکار ”جہالت“

کرنا چاہئے۔

ملک میں کسی بھی حالت میں غیر ملکی قبضے کو اسلامی اصولوں کے خلاف قرار دیا گیا کہ انڈونیشیا کی خارجہ پالیسی عالمی امن کے قیام کے مقصد پر مبنی ہونی چاہئے۔ اور تمام ملکوں میں بالخصوص جمہوریت اور خدا میں یقین رکھنے والے ملکوں کے درمیان دوستانہ تعلقات کے قیام کی کوشش کرنا چاہئے۔ غیر ملکی امداد بشرطیکہ اس کے لینے سے ملک کے اقتدار اعلیٰ پر کسی قسم کی پابندی نہ آتی ہو۔ قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مشرقی پارٹی کے لیڈر سید محمدناصر ہیں۔ ملک بھر میں پارٹی کی تنظیم بہت وسیع ہے اور پارٹی میں عمر توں کا حصہ الگ ہے جس کا نام ”مسلمات“ ہے انڈونیشی پارلیمنٹ میں مشرقی پارٹی کے ممبروں کی تعداد ۵۷ ہے۔

نہضۃ العلماء

اس جماعت کا قیام ۱۹۲۶ء میں محل میں آیا۔ اور یہ اسی وقت سے انڈونیشیا کے لوگوں کی اسلامی تعلیم کا کام قابل ذکر طور پر کرتی رہی ہے حالانکہ قیام کے وقت جماعت نے سیاسی پارٹی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ تاہم اس کی سرگرمیاں محدود محضوں میں مذہبی نہیں تھیں بلکہ اس کا متعلق تمام لوگوں کی زندگی سے عموماً اور مسلمانوں کے مسائل سے مخصوص تھا۔ انڈونیشیا پر جاپانی قبضے کے زمانے میں دوسری جماعتوں کے ساتھ ساتھ نہضۃ العلماء پر بھی پابندیاں قائم کی گئیں۔ لیکن بعد میں سے محدود دائرے میں کام کرنے کی اجازت مل گئی۔ انقلاب نے اس جماعت کو سیاسی سرگرمیوں کے اور زیادہ قریب آنے پر مجبور کر دیا اور ۱۹۴۳ء میں اسے مشرقی پارٹی کا ایک حصہ بننے کا فیصلہ کر لیا تاکہ مسلم فرقہ کی سرگرمیوں کو تیز کر دیا جاسکے۔ البتہ ۱۹۵۵ء میں کچھ اختلافات کی بنا پر مشرقی پارٹی سے اسے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور پارلیمنٹ میں الگ جماعت کی حیثیت سے نمائندگی حاصل کی۔ علیحدہ جماعت کی حیثیت سے دو حکومتوں میں اس کی نمائندگی

ہو چکی ہے موجودہ پارلیمنٹ میں اس کے ۵۷ ممبران ہیں۔

انڈونیشی کمیونسٹ پارٹی

Partia
(Komunist Indonesia)

یہ انڈونیشیا کی سب سے پرانی جماعت ہے پارٹی کا باقاعدہ قیام ۱۹۲۲ء میں ہوا۔ پیل اس سے قبل بھی یہ چھ سال تک ایک دوسرے نام سے انڈونیشی لوگوں مارکسی خیالات کی تبلیغ کرتی رہی تھی۔ لیکن ۱۹۲۲ء میں یہ بین الاقوامی کمیونسٹ پارٹی میں شریک ہو گئی اور ۱۹۲۶ء میں اس کے صدر اور نائب صدر ماسکو گئے۔ ۱۹۲۹ء میں پارٹی نے ایک بغاوت کی کوشش کی۔ لیکن ناکام ہو گئی حکومت نے اسکو دبا دیا۔ اور پتے میں تقریباً سارے چار ہزار لوگوں کو ملک سے نکال دیا گیا۔ اور پارٹی کو غیر قانونی قرار دیا گیا۔ لیکن ۱۹۳۵ء میں خفیہ طور پر پھر پارٹی کو منظم کیا گیا۔ اور جاپانی قبضے سے پہلے اور اس کے دوران میں اس نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ نومبر ۱۹۴۵ء کو پارٹی کھل کر میدان سیاست میں آگئی۔ دسمبر میں میڈین (MADIUN) میں ایک مسلح بغاوت کی گئی۔ لیکن اس کو بھی حکومت نے کچل دیا۔ اور پارٹی کے گیارہ ممبروں کو سزائے موت دی گئی۔

انڈونیشی - کے بعد انڈونیشین حکومتوں نے کبھی بھی

اس پارٹی کو غیر قانونی نہیں قرار دیا ہے۔ چارلس کا لٹنبرگ العین سوشلسٹ جمہوریت اور بالآخر کمیونسٹ سماج کا قیام ہے آج کل پارلیمنٹ میں کمیونسٹ پارٹی کے صرف چار ممبر ہیں۔

الیکشن میں اسے سخت شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

کچے بھونپرے سرشاری محل تک

(خفیہ جالندھری)

لے چلو دیہاتی عمر بھر میں اتنا پریشان نہ ہوا تھا جتنا کہ اس وقت ہوا۔ سوچ رہا تھا یہ میرے گاؤں میں کیوں جا رہا ہے گاؤں میں آئے پر خراب وہ کسان کے گھر کے سامنے پہنچے تو اس نے اناروں کی ٹوکری دلیں پر رکھ دی۔ بولا۔ ”ہم یہ انار بادشاہ کے لیے دہلی لے جا رہے تھے۔“

دیہاتی نے ڈاب سے کچھ تانبے کے پیسے نکالے۔ سوداگر ہندو۔ ”بھلے آدمی یہ کابل کے بہترین انار ہیں۔ ان کی قیمت ہزاروں مقرر فیاض ہیں۔“ دیہاتی بولا۔ ”دوسروں کے گھیتوں پر کام کرتا ہوں۔ ایک انار کے بدلے جتنے دن چاہوں۔ میں تمہارا مزدور دی کر کے کو تیار ہوں۔“

یہ باتیں دیہاتی کی انڈھی ماں اور دیہاتی کی حاملہ بیوی بھی گوارہ نہ کی۔ پیچھے سے سسکن رہی تھیں۔ دو تین اور دیہاتی بھی گھوڑے ہو گئے تھے۔ سوداگر کہہ رہا تھا۔ ”جہاں میں تم سے قیمت نہیں ملکتی۔ ان اناروں کی قیمت اسی پیسے سے لون گا۔ جو اس کے شکم میں انار مانگتا ہے معلوم ہوتا ہے یہ بچہ ایک دن بہت بڑا آدمی بنے گا تم صرف اس رسید پر انگوٹھا لگا دو۔ پھر ہم جہاں ہمارا کام بہ کہہ کر سوداگر نے جیب سے قلم دوات اور کاغذ نکالا۔ دیہاتی اور گاؤں کا نام لپچھ کر لکھ لکھا۔ پھر دیہاتی کے بائیں انگوٹھے پر روشنائی ملی۔ دیہاتی جیچا رہا تھا۔ اندر سے اس کی انڈھی ماں کی آواز سنائی دی۔ ”اللہ تیری زبان مبارک کرے۔“ دیہاتی نے انگوٹھا لگا دیا۔ سوداگر نے جھک کر سلام کیا۔ پھر خادم سمیت گھوڑوں پر چڑھ کر تیسرا گھوڑا کوئل ساتھ لے کر جا رہا تھا۔

ایک جوان تھا مارا پھٹے پرانے جلیقہ نے پہن

کبھی کسان شہر کے بازاروں میں سرگرم پہنچا۔ کیا پھل بیچنے والے کیا پھولے موٹے نمبری فروش سب سے پوچھا ڈاب سے نکال نکال کر پیسے دکھائے لیکن سب لوگ اس پر ہنسنے سب نے آوازے کسے بازاروں نے گھیر لیا دیا گلے جا لگی۔ ”کہہ کر اس نے نمبری کے ڈھول پکینے لگے دیہاتی سر کا لبا ایک ایک کا منہ تک رہا تھا۔“

ایک پالکی گزری۔ اندر سے ایک بزرگ آدمی جھانک رہا تھا۔ بہت بڑا حکیم تھا اس نے اشارہ کیا۔ پالکی والوں نے قدم روک کر اسے ٹھٹھا اڑانے والے ٹھٹھک گئے اس زمانے میں بازاری لوگ بھی قلم دانوں کی عزت کیا کرتے تھے حکیم صاحب نے ڈانٹا دیکھو اس بیچارے کو پریشان کر رہے ہو۔ ایک کتھرے نے سنسکر کہا حکیم صاحب دیکھو یہ گنوا اس موسم میں تازہ انار خریدنے آیا ہے۔“ دیہاتی نے بھی سلام کیا اور بولا میری بیوی کے بال بچہ سونے والا ہے بیچارے نے آج انار کھانے کی خواہش کی ہے اس نے پہلے کبھی مجھ سے کچھ نہیں مانگا۔ حکیم صاحب نے کہا۔ ”بھلے آدمی پنجاب میں یہ رت اناروں کی نہیں ہے۔ البتہ کاروانسرا سے بن گھوڑوں کا ایک کابلی سوداگر اترا ہوا ہے اس کے پاس جاؤ شاید انار مل جائے۔“ یہ سن کر دیہاتی سر اٹھے کی طرف چل پڑا ہنسی مٹھنے کی آوازیں دوتک اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

کابلی نے بات سن کر دیہاتی کو سر سے پتک دیکھا مسکرایا خادم سے کہا گھوڑے تیار کرو اور ایک ٹوکری کابلی انار کی لے کر ساتھ چلو۔ دیہاتی کو بھی گھوڑے پر بٹھا باؤر کہا وہ ہم کو اپنے گھر

سامنے رکھ دیں۔

جہاڑو دینے والے درویش نے تختیاں لیکر لوگوں ہی کے قلم سے اصلاح دیدی۔ لڑکے کے بکے رہ گئے۔ گھر جا کر یہ اصلاح اپنے دادا کو دکھائی۔ وزیر اعظم حیران ہو کر بولا، ایسی خوشحالی تو میں نے کبھی نہیں دیکھی اس درویش کو فوراً حاضر کوٹہ چوہدری پھر مہر پھنپا، تم نے کوئی گستاخی کی ہوگی چلو اپنا کیا بھگتو؟

درویش نے اگر وزیر اعظم کی پرسش پر صرف یہ جواب دیا۔ ”مسجد میں جہاڑو دیتا ہوں خوشحالی کی مشق کرتا رہا ہوں۔“ وزیر نے فرمایا، ”ہیں ٹھہرو۔ ہمارے نرعی خالے کی دیکھ بھال کیا کرو۔ بچوں کو خوشحالی بھی سکھاؤ۔“

لوڑھا آصف جاہ بیارہ گیا اس کی بیٹی ملکہ ممتاز محل اور داماد شاہجہاں عیادت کو آئے۔ باتوں باتوں میں شہنشاہ نے ایک کاغذ نکالا اور اپنے خسر سے کہا، ”ایران کا ایچی یہ تحریر لایا ہے یہ تحریر نہ پڑھی جاتی ہے نہ سمجھ میں آتی ہے۔ آصف جاہ نے بھی غور کیا اور کہا، بے معنی ہے۔“

مسافت کے کمرے میں درویش لوگوں کو خوشحالی سکھاتا تھا۔ اس نے ایک کاغذ پر لکھا، ”گستاخی نہ تو میں بھی اس تحریر کو دیکھ لوں۔“ وزیر کے لڑکے نے یہ پرزہ شاہجہاں کو دکھایا۔ شہنشاہ نے اصلاح کا واقعہ تو سن رکھا تھا۔ خیال تھا کہ ایک جاہل بھی خوشنویس ہو سکتا ہے لیکن غلطی تحریر۔!

بادشاہ نے کہا۔ بلاؤ وہ آیا۔ آداب بجالایا۔ تحریر دیکھی ایک کاغذ اٹھایا۔ قلم سے کوہی سطر کے پہلے لفظ کے پہلے حرف کو ہر پہلی سطر کے پہلے حرف سے طایا۔ پھر دوسرے کو دوسرے سے تیسرے کو تیسرے سے۔ اس طرح لفظ بناتا چلا گیا۔ الفاظ اور معنی بالکل واضح ہو گئے۔ یہ کسی غنیم کے سہارا میں شہنشاہ ایران کا تہیہ یہ نام شاہجہاں کے نام تھا۔ شاہجہاں

پیروں سے نگاہ سر پر بٹھا سا بے رتھ گا۔ سیاہ دارھی دہلی کی کی درویشی مسجد میں داخل ہوا۔ وضو کیا مغرب کی نماز پڑھی۔ دروس سے نماز پڑھتے بنے یہ چٹائی پر بیٹھا رہا۔ امام صاحب کے پوچھنے پر جواب دیا، ”پنجاب سے آیا ہوں۔ طالب علم ہوں ایک مولوی محمد صالح دہلی میں ہیں ان سے پڑھوں گا۔“ امام مسجد قہرولی دیر بعد دروٹیاں اور پاچار لائے۔ عشاء کی نماز کے بعد تنہائی ہوئی تو امام مسجد نے کہا، میرا مولیٰ محمد صالح ہے پڑھنا چاہتے ہو تو سب سے پہلے اس بات کا امتحان لے کہ تم علم کی قدر کرتے ہو۔“ عرض کیا، ”جو حکم ہو گا۔ بجا لاؤں گا۔“

پانچ وقت وضو کے لئے لوٹے بھرے رکھنا مسجد کی صفائی، چراغ جلانا، چٹائیاں نہ کرنا۔ بچھانا یہ کام کرنے کے ساتھ ہی درس کے وقت بیٹھ کر مولوی صاحب کو صرف منہ کام میں دخل نہ دینا یہ تھا اس درویش کا کام۔ کھانے کو خیرات کی روٹیاں پہننے کو کبھی کبھی کسی قریت کا کپڑا مل جاتا۔

مسجد کے ساتھ دروس بھی تھا۔ چند طالب علم بنگالی، بھاری دکنی درس لیتے تھے کچھ امراء کے لڑکے بھی دہلی سے پڑھنا لکھنا سیکھتے آتے تھے۔ ان سب کو جو کچھ پڑھایا جاتا چھپے بیچے کر درویش بھی منہ مولوی صاحب کبھی کبھی مسکرا کر اس کی طرف دیکھ لیتے۔ اسی طرح کئی برس گزرتے گئے۔

وزیر اعظم آصف جاہ کے دوپوتے کبھی کبھی خوشحالی کی اصلاح لینے آیا کرتے تھے۔ ایک دن چوہدری کے ساتھ یہ دونوں آئے تو مسجد میں صرف درویش تھا۔ مولوی صاحب طالب علموں سمیت حینا فتنہ پر کھڑے ہوئے تھے لوگوں نے کہا اب ہم اصلاح کس سے لیں؟

نہ جہلے لیکروں درویش کہہ رہے تھے کہ ان کو تو میں اصلاح دیدوں؟ لوگوں نے اس گندار کو نالیاں صفات کرتے اور لوٹے بھرتے دیکھتے تھے مسخر کے ساتھ دونوں نے تختیاں اس کے

خوش ہو گیا درویش کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اس کی دوسری قابلیت کا جائزہ لینے لگا۔ جن سیاست و اخلاق پر امر میں اس کی رائے دوسروں سے بہتر نظر آئی۔ پوچھا کون ہو عرض کیا چنیوٹ کے قریب ایک گھسی کسان کا بیٹا ہوں محمد اللہ نام رکھا گیا تھا۔ لوگوں میں ماں باپ مر گئے تو گاؤں والوں نے منحوس جانا۔ مسجد میں خیرات کی روٹیاں کھا کر پلا۔ پیدل چکر لایا۔ ایک مسجد میں پڑھتا رہا۔ پھر سیالکوٹ کے علامہ کمال الدین کشمیری سے علم حاصل کیا۔ وہاں سے واپس آیا۔ آج شہنشاہ کے حضور حاضر ہوں۔“

آصف جاہ کی موت پر مسجد کی مالیاں صاف کرنے والیہ درویش وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ میں کبھی گھوڑوں کا سب بڑا سوداگر تھا۔ اب گردش روزگار کا مارا ہوا آیا ہوں۔ مذکورہ کے لئے اس کاغذ کے برابر کچھ نہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ بڑے ضعیف و رگڑے صوفیہ پٹھان نے ایک بوسیدہ سا کاغذ نواب محمد اللہ خان وزیر اعظم کے حضور پیش کیا۔ وزیر اعظم نے کاغذ پر لکھے ہوئے حروف

پڑھے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بار بار پڑھے آدمی کو ہنسی کر کیا۔ ڈارھی مانتے اور آنکھوں کو چوم کر کہا تم نے اس وقت میری عزت کی تھی جب میں بھی اپنی ملاں پیٹ میں تھا۔ اللہ کا شکر ہے تم زندہ ہو۔ میرا سب کچھ تمہارا ہے۔ یہ سب کچھ ان اناروں کی قیمت نہیں ہے جو تم نے میری ماں کو دے دی تھی۔ میرے ماں باپ مر چکے ہیں۔ اب تم ہی میرے ماں باپ ہو۔ عرض سوداگر اور اس کی آل و لاہم ہمیشہ کے لئے یہاں کر دیے گئے۔

یہ تھا نواب محمد اللہ خان وزیر اعظم ہندوستان و افغانستان۔ شاہجان کے وقت کی تمام ترقیوں اور خوشحالیوں کا معمار۔ اس مرد خدا کی یاد کا پنجاب کی ایک قدیم تہذیب چنیوٹ کی سنگ لڑیاں کے چیلروں والی مسجد سے اب تک پہنچ وقت اللہ اکبری اذان بلند ہوتی ہے۔

(شکوہ یکا سرین)

شہنشاہ اسلام

تبلیغی کتابیں

علمائے حق کے کارنامے ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۳۹ء تک علمائے کرام کے کارناموں کا تذکرہ

قیمت ۲/۴/- روپے

مولانا فدا الحسن شاہ صاحب بخاری۔ اکابرین ملت کے بیانات وغیرہ

قیمت ۲/۸/- روپے

افکار آزاد، رتبہ ملا محمد عثمان صاحب فارقلیط ایڈیٹر زرم، قیمت دو روپے چار آنے ۲/۴/-

مکتبہ کاہنہ۔ مکتبہ حزب الانصار بھیرہ پاکستان

تحفہ اسلام بنام خیر الانام

انمولوی محمد امین صاحب شہر محمدی

اسلام اے مایہ بے مانگاں	اسلام اے دستگیر بے کساں
اسلام اے رولتی بزم جہاں	اسلام اے راحت و آرام جاں
اسلام اے جانسپار مردگاہ	اسلام اے رازدار کن نکاں
اسلام اے کہ باغخیزہ کنی شوق القمر	اسلام اے مرہم زخیم جگر
اسلام اے کہ خاک پائے تو محفل البصر	اسلام اے پادشاہ داد و گھر
اسلام اے منظر مطف عیم	اسلام اے صاحب خلق عظیم
اسلام اے محرم یون و قلم	اسلام اے قطب بحر دون کرم
اسلام اے سید خاتم رسل	اسلام اے باعث خلیق کل
اسلام اے رحمت اللعالمین	اسلام اے لی مع اللہ رامکین
اسلام اے منبع جود و سخا	اسلام اے مظہر نور خدا
اسلام اے شافع روز جزاء	اسلام اے چشمہ فیض و عطا
اسلام اے دلبر و دلدار ما	اسلام اے مونس و غمخوار ما
مادر گیتی جو تو دیگر نزار	اسلام اے خرد و عالی نزار
عشق خود و رخسار طرہ بیکار کن	از غم دنیا دلم آزاد کن
در ضیائے معرفت چوں بدو کن	پہوں گل خنداں کشاد صد کن
وند دلم ز نگار عیال دور کن	از حے الفت مرا محسور کن
اسلام اے نور چشم کائنات	اسلام اے نعمت ساز حیات

اسلام اے راہبر دنیا و دین
اسلام اے نسیم غنیمت روح و جان

بسم الله شاعت گذشت

مذاہب کے لئے یہ فرقہ بندیوں ہیں۔ بلکہ اختلاف نسب اور نسب پر فخر و

سوال: ہاگرب لوگ اپنے آباد اجداد کا پی خیال رکھتے۔ تو پھر حضرت آدم سے ہموقت تک اس قدر فرغ نہ ہوئے۔ علاوہ اسکے جو وقت طوفان لوح آیا تھا تو صرف وہ لوگ باقی رہ گئے تھے جو قائم ہدایان تھے اور بعد دبا کے صرف اٹھارہ آدمی رہ گئے تھے پھر اس قدر فرغ کیوں ہوئے؟

الجواب :- آباد اجداد کا خیال رکھنے کے متعلق جو سوال ہے اس کا صحیح مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر یہ پوچھنا کہ اس قدر فرغ کیوں ہوئے؟

عجب سوال ہے خود مسائل اپنے مذہب کی رو سے جو جواب اسکا جانتا ہو وہ ہی جواب ہر شخص کی طرف سے سمجھ لے اچھا اسکا جواب یہ ہے کہ بے شک لوگوں نے برا کیا۔ مگر وہ ہوئے اس سے مذہب مشید کو کیا تعلق۔

اگر اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ شیعوں نے آباد کا خیال رکھا یا نہیں ہے تو یہ بات چند وجوہ غلط ہے **اول** یہ کہ شیعوں نے ہرگز اپنے آباد کا خیال نہیں رکھا تمام دنیا کے شدید مجتہدین مل کر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضرت علی یا حضرت حسین رضی اللہ عنہم کا یہ مسلک تھا۔ جو آج شیعوں کا ہے بلکہ امام باقر اور امام جعفر صادق اور دوسرے ائمہ کی نسبت بھی انہیں ثابت کر سکتے بلکہ کوئی شدید اپنے کو مرتبہ کہتا، محمد اپنے نسب میں زیادہ سے زیادہ چھ سات پشت کے بعد کوئی شدید نہیں دکھلا سکتا۔ دوسرے نسب کے شیعوں کا کیا ذکر دوم۔ اچھا بھلا فرض شیعوں نے اپنے باپ دادا کا خیال رکھا تو ان میں کیوں اس قدر فرق پیدا ہو گئے اور ان میں کیوں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔ اسمعیلیہ۔ نادسیہ۔ اعلیہ۔ قرامطہ۔ لیبیرہ وغیرہ وغیرہ کثرت فرمے شیعوں میں پیدا ہوئے اور ان سے جو فسادات زمین میں پیدا ہوئے آج صفحات تاریخ میں موجود ہیں یہ شک اگر کفار آفرینش عالم سے ہر شخص اپنے آباد کا مذہب رکھتا تو کوئی گمراہ نہ ہوتا نہ مختلف

سے اپنے انا کو ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے جبرایا کیا اور پہچان گئے تھے انہاں خاندان اور قبیلے بنادئے۔ مگر تم سب میں بزرگ اللہ کے نزدیک تھا کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ اس لئے کہ سب ملجا غلبہ آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہیں باپ سب کے آدم و اسماں سب کی سہا میں۔

اِنَّ نَبِيَّهَا وَاجِدٌ وَفِيَّهَا وَاجِدٌ وَدَعَوْتَانِي اِلَى الْاِسْلَامِ وَاجِدَةٌ كَلَّا
لَسْتُ بِرَبِّ هُمُ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالْقَدِيرِ لَقِ بِرَسُولِهِ كَلَّا
لَسْتُ بِرَبِّ وَنَنَا الْاَكْمَرُ وَاجِدٌ اَكْلَاهَا اُخْتَلَفْنَا بَيْنَهُ مِنْ دَمِ قَتْلَانِ

ف) حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی امت یعنی اپنے مقتدین کا اور اپنا مذہب و ملت ایک بنا رہے ہیں تو پھر قاعدین کے لئے تو کچھ کہنا ہی نہیں اور صرف مذہب کا ایک کنا کہنا نہیں۔ بلکہ تمام فضائل اور کمالات کی بنیاد یعنی ایمان اور حکومت الی اللہ امن دونوں چیزوں میں اپنے کو داران کو مساوی کہہ رہے ہیں

خلاصہ یہ کہ لفظ شیعہ کوئی مذہبی نام کسی فرقہ کا نہیں تھا جو فرقہ آج اپنے کو شیعہ کہتا ہے اس کا اصل نام رافضی ہے اگلی کتابوں میں اس نام سے یہ فرقہ یاد کیا گیا ہے اور خود اس فرقہ کی کتابوں میں بھی اس نام کا اقرار

موجود ہے کافی مطبوعہ لا مکثور کتاب الروضہ ص ۱۴ میں ہے کہ ابوالنضیر نے ایک دفعہ امام جعفر صادق سے کہا کہ مسلمانوں نے ہمارا نام جنتِ براد رکھا ہے جس سے ہماری کمر ٹوٹ گئی اور دل مر گئے اور ایک حدیث

ان کے نقہانے روایت کی ہے اس حدیث کی ضابطہ جاریہ نام رکھا گیا
 فَقَالِ الْيَوْمَ عَبْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الرِّضْوَةُ قَالَ ثَلَاثُ عَشْرَ قَالًا
 وَاللَّهُ مَا هُمْ سَمُوكُمْ بَلَى اللَّهُ سَمَّاكُمْ - ترجمہ اترام جعفر نے

فرمایا کہ وہ نام رافض ہے ابو بصیر کہتے ہیں میں نے کہا ہاں۔ اہل نے فرمایا اللہ کی قسم ان لوگوں نے تمہارا یہ نام ہمیں رکھا بلکہ اللہ نے رکھا ہے۔ اس کے بعد امام جعفر صادق نے رافض نام کی خوشیاں فرمائی کہ حال اسکا

اس کو شیعہ علی کہتے تھے۔ یعنی حضرت علی کا گروہ۔ اور ایک جماعت حضرت معاویہ کے ساتھ تھی۔ اور جو نیک حضرت معاویہ حضرت عثمان کے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے اسلئے انکے ساتھ دہلی جماعت شیعہ عثمان کہلائی اور ایک جماعت صحابہ کی نہ اور تھی نہ ادھر۔ یہ لوگ فتنہ سے بچنے کے لئے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے۔ لہذا یہ لوگ قاعدین کے لقب سے مشہور ہوئے قاعدین میں بڑے بڑے اکابر صحابہ

کرام تھے حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے ایسے محتلم و متورع صحابی
تھا اتباع سنت کے حرص میں ضرب النعل ہیں اس جماعتِ تقدیر
میں ہیں حضرت علی نے یہ بان کو خطا لکھا کہ میرے ساتھ شرکت کو دلاؤ
اپنے حقوقِ قدیمہ یاد دلانے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کو جواب
دیا کہ اے ابوالحسن اگر آپ آردھے کے منہ میں لالچ ڈالنے کو کہئے تو خدا
کی قسم میں ڈال دوں گا۔ لیکن یہ مجھ سے نہ ہو گا کہ میں کسی کا اللہ
اک اللہ کہنے والے پر تلوار اٹھاؤں۔

صیبر کرام کی یہ تینوں جماعتیں یعنی شیعہ علی شیعہ عثمان قاعدین مذہباً ایک دوسرے سے متحد تھیں کوئی دینی اختلاف ان میں برائے مصلحت نہ تھا سب اہل سنت والجماعت تھے ان میں کوئی تفریق

عزیزی ز قدری درجی۔ اس لحاظ سے حضرت مولانا شاہ
عبد الغنی صاحب نے تحفۂ انا عشریہ میں لکھا۔ شیعاہ الی و
شیعہ مخلص کہ پیشینان اہلسنت والجماعت اند۔ الہ

صحیحہ کرام کی ان تینوں جامعوں کا اتحاد مذہب و ملت خود حضرت علی رضیٰ کی شہادت سے کتب شیعہ میں موجود ہے۔

قاعدہ پر کاربند ہو کر دین و دنیا کی بہتری حاصل کریں۔

وَاللّٰهُ مُوفِیْکُمْ بِمَا مِیْثَاقَکُمْ وَ مَنَظَرَکُمْ
چنانچہ یہ ہے

(باقی صفحہ ۲۱)

چنانچہ کتابوں کی جلد بندی کے لئے بہت سے جلد ساز مقرر تھے۔ نادر کتابوں پر سونا چڑھایا جاتا تھا۔ اور نقش و نگار سے مزین کیا جاتا تھا۔

الحکم کے کتب خانے کی عمارت کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شان و شوکت میں تعمیرات ہی سے کم نہ تھی۔ اس کا فرش ہنایت قمی سنگ مرمر کا تھا۔ دیواریں اور چھتیں سنگ رخام کی تھیں اور ان میں سنگ مرمر اور سنگ سبز کی چمکی کاری کی گئی تھی۔ الماریاں ہنایت اعلیٰ اور خوشبودار مگر کی کی بنی ہوئی تھیں ان میں کتابیں مضمون کے اعتبار سے رکھی جاتی تھیں۔ ہر الماری پر مضمون کا نام سونے کے پتروں سے چڑھایا جاتا تھا اور کتب خانہ کی دیواروں پر بڑے بڑے لوگوں کے اقوال سنہری حروف میں لکھے ہوئے تھے۔ تاکہ انہیں دیکھ کر عوام کے دل میں علم کا ذوق اور کتب بینی کا شوق پیدا ہو۔

لاطینی زبان کی مثل ہے کہ دو کتابوں کو بھی تقدیر کا شیب و خراز دیکھنا پڑتا ہے یہ مثل الحکم کے کتب خانہ پر صادق آتی ہے الحکم کے بعد ان کا کمزور جانشین ہشام اپنے باپ کے علمی خزانے کی حفاظت نہ کر سکا۔ اس کتب خانے کی بربادی کی ابتداء ہشام کے وزیر محمد بن ابی عامر کے ہاتھوں سے ہوئی۔ اس نے فلسفہ، ہیئت اور علم کلام کی تمام کتابیں نکلوا کر جلوا دیں۔ کتب خانہ کی تباہی کا دوسرا دور اس وقت آیا۔ جب بربری افواج قرطبہ پر حملہ آور ہوئیں وزیرالواضع نے اس کتب خانہ کا ایک حصہ فروخت کر ڈالا۔ قرطبہ اور غرناطہ کے بازاروں میں یہ کتابیں معمولی قیمت پر فروخت کی گئیں۔ اہل علم حضرات نے جب ان بیش بہا موتیوں کو کوڑیوں کے مول پکٹے دیکھا تو غم غم سے ان کے آنسو (باقی صفحہ ۱۳ پر)

فرقہ کا نام مبارک رافض ہے اور یہ نام ان پر چسپان بھی ہے ان کے اکابر کو پسند بھی کر چکے اس کو خدا کا عطیہ کہہ دیجئے۔ لیکن چند روز سے یہ لوگ اس نام سے پڑھنے لگے ہیں۔ سائل نے غالباً اسی وجہ سے اپنا اصلی نام ظاہر نہیں کیا۔ رافض کے معنی لعنت میں چھوڑ دینا پر نکتہ اس فرقے نے مٹی کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور بزرگان اہل بیت کا ساتھ ترک کر دیا اسلئے ان کو رافض کہا گیا۔ سب سے پہلے امام زین العابدین کے فرزند امام زید شہید کی زبان سے یہ لقب ان کے لئے نکلا۔ چنانچہ ان لوگوں کو مذہب کا (باقی صفحہ ۱۳ پر) منہارا احسان اسکے بدخواہ بدبات کو بکھل دے گا۔ اور تہمداری نہی اس کی گوی کو دور کرنے کی تہمداری نہایت اس کی حیات کو موت سے اور آگ کو پانی سے اور عداوت کو دوست سے تبدیل کر دے گی۔ تہمداری لعنت اس کی نفرت پر اثر انداز ہو گی۔ تہمداری محبت سے اس کی مخالفت فنا ہو جائے گی تہمداری علو بہمتی اس کے بزدلانہ رویہ کے لئے تہما کہ نہایت ہو گی۔

اسلامی زندگی سوار نے اور سدھرنے کے لئے کس قدر زریں و قابل قدر اصول پڑے اسی لئے بھل شیراز جناب شیخ سعدی مرحوم فرماتے ہیں

بدی را بدی سبھل باشد جزو
اگر مردے احسن الے من اساء

اسلام تقویٰ و تخیلات کا نام نہیں۔ اسلام واقعات کے پیش نظر اپنے لائحۃ العمل مرتب کرتا ہے اور آخر ہزار ماہ تنقیدوں کے بعد دنیا کو اسوی اصول کا پابند بنانا پڑتا ہے لاکھوں مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ جس شخص نے اپنے معاہدہ میں نیرج و احسان سے کام لیا وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا۔ اور جس نے ترکی بترکی برائی کا جواب برائی ہی دیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے دوسوا ہوا۔

مسلمانوں کو ہر معاملہ میں اپنے پیارے آقا کے پیش کردہ اصول کو مد نظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ دنیاوی بہبودی اور آخری فلاح اسی میں ہے۔ طالبان حق و ہدایت اس ندیں

کتابچہ ترین رفیق ہے

- پیام حق :- حضرت مولانا امجد علی صاحب دہلوی کی آخری معرکہ الاراقہ تقریر۔ مذہب شیعہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت - ۱/۱-
- تفسیر آیت مہابہ :- مصنف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی۔ قبل مقالہ اندر عہد ابناء نادانہ علم کی صحیح تفسیر اور شیعوں کے مغالطہ کا ازالہ۔ قیمت - ۱/۲-
- تفسیر آیت امامت :- مصنف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی تیسری تجدید کی تمام آیات کی تفسیر میں مولانا صاحب اور مسئلہ امامت پر سیر حاصل تبصرہ۔ قیمت - ۱/۲-
- تفسیر آیت میراث الارض :- مصنف ایضاً آیت ولقد کتبنا فی الزبور انہ سے خلفاء مومنین کی حرافت کا ثبوت۔ قیمت - ۱/۲-
- تفسیر آیت اولی الامر منکم :- مصنف ایضاً آیت اولی الامر منکم کی تفسیر میں مولانا صاحب کے مغالطہ کا جواب قیمت - ۱/۲-
- تفسیر آیت بیعت :- مصنف ایضاً آیت بیعت محمد بن عبد اللہ والذین علیہ السلام کی تفسیر خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیانیہ مبنیٰ آیات کی آ - ۱/۲-
- تفسیر آیت تمکین :- مصنف ایضاً آیت الذین ان مکہ مکرمہ کی حالت کی تفسیر میں منہات کیا گیا ہے کہ ان کے اصحاب مہاجرین کی بارگاہ الہی میں بڑھتے ہیں۔ ان میں ہر ایک امامت و خلافت کی ذمہ داری ہے۔ کتاب کی خلافت قرآن کی موجودہ خلافت کو ان کے خلاف ہے۔ تمام کام خیر کے پسندیدہ اور مقبول ہے۔ قیمت - ۱/۲-
- تفسیر آیت رضوان :- مصنف ایضاً آیت لفرضی اللہ عن المؤمنین کی تفسیر میں منہات کیا گیا ہے کہ ان کے خلفاء و خاندان اور تمام صحابہ و پیغمبر مبعوث ہیں اور نہ ان سے اپنی رضا مندی کا اعلان کر دیا۔ قیمت - ۱/۲-
- تفسیر آیت مودۃ القربی :- مصنف ایضاً آیت ان لا یستخفیک علیہ احبار الہ کی تفسیر میں منہات کیا گیا ہے کہ شیعہ جو اس آیت کے حوالہ سے حجت اہل بیت کو اہل رسالت کہتے ہیں قرآن کی معنوی تخریب اور سید الانبیاء و علی و علیہ السلام کی نجات پر نہایت سخت حملہ ہے۔ قیمت - ۱/۱-
- ابوالائمہ کی تعلیم :- مصنف ایضاً جس سے شیعہ کتب و کتابت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص محمد جعفر علی اور بیرو کا دہلی بن کام نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ مذہب حق اہل سنت و الجماعت اختیار نہ کرے۔ قیمت - ۱/۸-
- کشف التلبیس دوم دوم :- جس میں فضائل صحابہ و دیگر کتب کی پرکھ بحث کی گئی ہے۔ قیمت - ۲/۱-
- علمائے ہند کی شاندار مضامین :- کتاب کیا ہے اور ایمان پر مبنی اور سیاسی صحافت کا یہ ہمارے ہمارے مرقع دین محمد قیمت - ۶/۱-
- غلام احمد مہاجر :- ایک شخص سے کوئی مسئولیت ہے کہ وہ کسی دعویٰ کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت - ۱/۱-
- تحقیق فدک :- مصنف مولانا سید محمد رضا صاحب دہلوی انہایت بہترین اور قابل دید کتاب ہے۔ قیمت - ۲/۱-
- مصلحت کا پیر

مکتبہ دارالتصانیف و المطابع الاسلامیہ دارالکتاب الاسلامیہ بھیرہ پاکستان